آن لائن مجلہ
شمارہ مارچ ۲۰۲۱ء

اھلِ قلم کی علمی کاوشوں کا مبلغ

نفحاتِ حرم

امیر معاویہ کے فضائل و احوال پر مستقل کتابیں
علامہ مفتی نثار احمد مصباحی

مفتی غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات
مولانا محمد ثاقب رضا قادری

حق الیقین ترجمہ النور المبین - آخری قسط ہفتم
مولانا عبد الحسیب اختر القادری

شبِ معراج سے متعلق دو روایات اور علمائے اسلام کی رہنمائی
مولانا خلیل احمد فیضانی

مدیرِ اعلی
ابو محمد عارفین القادری

نفحاتِ حرم پبلشرز

شرفِ انتساب

امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

امام الارض ابراہیم بن ادہم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

رحمة الله تعالى عليهم أجمعين

مدیرِ اعلیٰ

مولانا ابو محمد عارفین القادری

سن وماہِ اجرائے اشاعت

ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق محرالحرام ۱۴۴۲ھ

تحریر بھیجنے اور پی ڈی ایف شمارہ اور یونیکوڈ تحریر حاصل کرنے کے ذرائع

ای میل: arfeenjaipuri@gmail.com

واٹس اپ + ٹیلی گرام: +923333403632

فیس بوک: https://www.facebook.com/Nafhateharam

(اسلامی بہنیں ای میل اور فیس بک لنک پر میسج کر کے ایڈمن اسلامی بہن کا نمبر لے سکتی ہیں، جہاں پر تحریر بھیجی اور لی جا سکتی ہے)

جاری کردہ: نفحاتِ حرم ای بک پبلشرز

تحریر ارسال کرنے کی شرائط

نمبر	شرائط
1	مُحرر سنی صحیح العقیدہ ہو۔[1]
2	تحریر امیج کی صورت میں نہ ہو بلکہ ٹیکسٹ کی صورت میں ہو۔
3	موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ دینی دنیاوی کسی بھی موضوع پر تحریر بھیجی جاسکتی ہے۔
4	زبان کی کوئی قید نہیں ہے۔ عربی، اردو، فارسی، انگریزی کسی بھی زبان میں تحریر بھیجی جاسکتی ہے۔
5	تحریر کا معیاری ہونا ضروری ہے اور اس کی شمولیت کا فیصلہ نفحاتِ حرم بورڈ کرے گا۔ (معیاری سے مراد مواد اچھا اور با مقصد ہو، محض الفاظ کا ہیر پھیر، مترادف جملوں، پیرایوں اور دلیلوں کی تکرار نہ ہو)
6	حوالے جات ضروری ہے، کوئی اقتباس بغیر حوالے کے قبول نہیں ہو گا، ممکن ہو تو حوالے کی مکمل تخریج کی جائے۔ مثلاً شرح صحیح مسلم للنووی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۱، کتاب السیر، دارالفکر، بیروت۔

الحمدللہ! نفحاتِ حرم نے اسلامی بہنوں کے لئے بھی یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اپنی تحاریر بھیج سکتی ہیں بلکہ ہم انہیں ترغیب دلائیں گے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے عمدہ تحاریر لکھنے کی کوشش کریں اور امتِ مسلمہ کی فکری اصلاح کو مستحکم بنائے رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

([1]) محررین کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی بیان کردہ عقائد و نظریات کی تشریحات سے متفق ہونا ضروری ہے۔

فہرست مشمولات

(نوٹ: ادارے کا مضمون نگار کی آراو تحقیق سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

صدائے نفحاتِ حرم

- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "صحابیِ رسول" ہیں، بات یہاں ختم ہو جاتی ہے اور کسی قسم کے طعن و تشنیع کی راہ نہیں بچتی مگر ہمارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جن کی زبانوں اور نوشتوں کو "صحبتِ رسول ﷺ" کی عظمت کا ادراک نہیں ہے۔ اس وبا سے ہمارے سنی کہلانے والے حضرات بھی متاثر ہوئے اور اہلِ تشیع کا مرض اپنا بیٹھے۔

علمائے حق کی رہنمائی سے فتنوں کا تدارک ہو تا رہا ہے، ضرورت ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور طعن و تشنیع کے مسکت جوابات شائع کئے جائیں تا کہ نوجوان اس فتنے سے محفوظ رہیں۔

- اسلامی فقہ سے شغف رکھنے والوں پر شریعتِ مطہرہ کا یہ مزاج واضح ہو تا ہے کہ وہ اہلِ حق کا تشخص چاہتی ہے اور انہیں ایسے امور سے منع فرماتی ہیں جس سے غیروں کی مشابہت ہو۔ "جشنِ مولودِ کعبہ" اور "عیدِ غدیر" یہ دونوں ایام اہلِ تشیع سے لئے گئے ہیں جسے ہمارے درمیان نیم رافضی خانقاہوں کے ذریعے داخل کیا جارہا ہے۔ ہم صحابہ و تابعین و علما و صوفیا کے "عرس و ایام" مناتے ہیں اور اسی تک معمولات کو رکھنا چاہئے ورنہ "جشنِ آمدِ رسول ﷺ" اور "عیدِ میلاد النبی ﷺ" کے ساتھ ہر صحابی بلکہ ہر سلسلے کے مشائخ کے جشنِ ولادت و عیدِ ولاویت معرضِ وجود میں آئیں گے، جس کی روک تھام کے لئے ایک طویل جدوجہد درکار ہو گی۔

- دینی علوم کا اکثر ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ جن کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کے تراجم کر دیئے جاتے ہیں، یعنی اختلافِ زبان کے سبب دینی علوم کا اکثریتی حصہ ہمارے مطالعے میں نہیں ہو تا، ہم مترجَم کتب پڑھ کر خود کو ماہرِ علومِ دینیہ سمجھتے ہیں جبکہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ مترجَم اور اصل متن دونوں کے مطالعے اور اخذِ مفہوم میں فرق ہو سکتا ہے بلکہ ہو تا ہے، لہٰذا عربی زبان سے شغف پیدا کر کے براہِ راست عربی کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے تا کہ علمی پختگی و بالغیت حاصل ہوں، مشاہدہ یہ ہے کہ اردو کتب پر تکیہ کر لینے والوں میں سطحیت زیادہ پائی جاتی ہے اور سطحیت "اختلاف" پیدا کرتی ہے۔ اور آج کل بات بات پر "اصاغر کا اکابر سے اختلاف" کا شرمناک کلچر اسی سطحیت کی جھلک ہے۔

(ادارہ)

امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل واحوال پر مستقل کتابیں([2])

(کلکھ علامہ مفتی نثار احمد مصباحی)

گزشتہ دنوں دعوتِ اسلامی سے وابستہ ایک مفتی صاحب (مفتی حسان عطاری) کا مضمون سوشل میڈیا پر آیا جس میں آپ نے حضرتِ امیرِ معاویہ کے فضائل واحوال پر لکھی گئی چند کتابوں کا تذکرہ کیا تھا۔

مفتی صاحب کے اس مضمون کے رد میں ڈاکٹر طاہر القادری کے ایک منہاجی معتقد (حافظ ظہیر الاِسنادی) کا ایک مضمون آیا پھر برادر محترم محمد اسماعیل عرف رضا عسقلانی کا بھی اسی موضوع پر ایک مضمون آیا۔

یہ سارے مضامین دیکھ کر مجھے شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ اپنی ناقص معلومات کی روشنی میں اس موضوع پر کچھ لکھ دینا چاہیے تاکہ ان مضامین سے پیدا ہونے والی غلط فہمیاں بھی دور ہو جائیں اور کچھ نئے گوشوں کا اظہار بھی ہو جائے۔

اسی درمیان کسی مفتی محمد چمن قادری کا ایک مضمون بھی سرسری طور پر نظر سے گزرا جس میں انہوں نے 100 ایسی کتابوں کے نام تحریر کیے ہیں جن میں امیر معاویہ کے فضائل واحوال پر مشتمل ابواب وفصول موجود ہیں۔

آج مفتی حسان صاحب کا منہاجی قلم کار کو دیا گیا شاندار جواب الجواب بھی نظر سے گزرا۔

یہاں پہلے ایک بنیادی بات کا ذکر ضروری ہے۔

([2]) محقق اہلِ سنت علامہ مفتی نثار احمد مصباحی اہلِ سنت کے ایک جید، محقق، مدقق، بالغ نظر، سنجیدہ اور وسیع المطالعہ عالمِ دین ہیں۔ آپ کی یہ تحریر ہمارے ماہنامے کی خصوصی تحریر ہے جو آپ نے ۲۰۱۸ میں آٹھ اقساط میں رقم فرمائی۔ ہم یہ تحریر آپ کی اجازت سے اپنے ماہنامے میں "خصوصی مضمون" کے طور پر شامل کر رہے ہیں تاکہ فتنہ و انتشار کے دور میں نورِ ہدایت کی کرنوں سے ظلمت کے سیاہ بادل چھٹ جائیں اور ہدایت لینے والوں پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان مثلِ آفتاب نیم روز واضح و آشکار ہو جائے۔ (ادارہ)

حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ''صحابی'' ہیں۔
وہ بھی ایسے صحابی۔۔۔

- جن کی سگی بہن ام المومنین (تمام مومنوں کی ماں) ہیں، اسی لیے امیرِ معاویہ کا ایک مشہور لقب ''خال المومنین'' (مومنوں کے ماموں جان) بھی ہے۔
- امیرِ معاویہ خود کاتبِ رسول اور امینِ وحیِ الٰہی ہیں۔
- جنت کی بشارت پانے والے پہلے اسلامی بحری بیڑے کے قائد ہیں۔
- تقریباً 20 سال تک بلا شرکتِ غیرے پورے عالَمِ اسلام کے خلیفۂ برحق اور ایک عادل سلطانِ اسلام رہے ہیں۔
- قبرص وغیرہ کے فاتح اور سلطنتِ اسلامی کی عظیم توسیع کرنے والے محمدی سلطان ہیں۔

ان سبھی چیزوں سے شاید کسی بھی سُنی کو انکار نہیں ہو گا۔

نبوت ورسالت کے بعد انسانوں کا سب سے بلند منصب ''صحابیت'' ہے، اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ قیامت تک کا کوئی بڑے سے بڑا صاحبِ ایمان امتی کسی صحابی کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

اہل سنت کے نزدیک یہ بھی مسلّم ہے کہ انبیاو مرسلین اور ملائکہ کے بعد کوئی ''معصوم'' نہیں ہے۔

اب اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض بھی کر لیں کہ امیرِ معاویہ کی شان میں کوئی حدیث نہیں اور کسی محدث یا امام نے اپنی کسی کتاب میں آپ کی عظمت اور فضائل کا کوئی تذکرہ بالکل بھی نہیں کیا اور کسی محدث یا امام نے آپ کی فضیلت وعظمت اور احوال واعمال پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ اگر یہ ساری باتیں تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لی جائیں تب بھی آپ کی عظمتِ شان پر حرف نہیں آسکتا ہے کیوں کہ رتبۂ صحابیت کے بعد کسی امتی کے لیے کسی اور عظمت وسعادت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جسے یہ رتبۂ بلند مل گیا اس کے درجے تک دنیا کا کوئی بڑے

سے بڑا ولی، ابدال، غوث، اور قطب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ برابری تو دور اُن کے کفِ پا تک بھی کسی غیر صحابی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

اس سے بڑھ کر فضیلت و منقبت اور عظمت و سعادت کچھ اور بھی ہو سکتی ہے ؟

اور یہ سب کچھ صحابۂ کرام کو تب بھی ملا جب کہ اللہ اور اس کے رسول کے علم میں یہ پہلے ہی سے تھا کہ یہ معصوم نہیں ہیں اور ان کے درمیان اختلافات حتی کی جنگیں بھی ہونے والی ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ایک لاکھ سے زائد صحابہ ہیں جن میں صرف نو ہزار (9000) صحابہ کے نام معلوم ہیں باقی صحابہ کے نام بھی معلوم نہیں، پھر اِن نو ہزار میں ہزاروں ایسے بھی ہیں جن کے صرف نام ہی معلوم ہیں احوال معلوم نہیں، اور ایسے صحابہ کی تعداد تو بہت کم ہے جن کے فضائل میں حدیثیں وارد ہیں یا جن کے احوال و مناقب پر علما و ائمہ نے اپنی کتابوں میں مستقل ابواب و فصول قائم کی ہیں۔

اور جن صحابہ کے احوال و مناقب پر اعلامِ امت نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اُن کی تعداد تو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کسی صحابی کے مناقب و احوال پر مستقل کتاب نہ ہونے یا اُن کے مناقب میں کوئی حدیث ثابت نہ ہونے یا ائمہ و علما کی کتابوں میں ان کے احوال و مناقب پر مشتمل ابواب و فصول نہ ہونے سے کیا اُن کے رتبۂ بلند یا شرفِ صحابیت یا شخصی کمالات میں کوئی کمی آ سکتی ہے ؟ جواب آپ سب پر ظاہر ہے۔

ایسی صورت میں اِن مستقل تصنیفات کا یا ابواب و فصول یا احادیثِ فضائل کی صحت کا انکار کرنے کے لیے اوراق سیاہ کرنا کون سی دانش مندی ہے ؟

اس موضوع پر اگر غلط فہمیاں نہ پھیلائی گئی ہوتیں اور بزعمِ خویش مستقل تصنیفات یا احادیثِ فضائل کا انکار کر کے ایک صحابی کی ثابت شدہ فضیلتوں کے انکار کی کوشش نہ کی گئی ہوتی تو شاید ہماری یہ سطریں بھی وجود میں نہ آتیں۔

تیسری صدی ہجری سے پندرہوں صدی تک بلا مبالغہ امیر معاویہ کے ذکر و مناقب اور دفاع پر مشتمل کئی درجن مستقل تصنیفات عربی، اردو وغیرہ زبانوں میں علما کی جانب سے لکھی جاچکی ہیں۔

ہم اپنے اس مضمون میں اِنہی مستقل تصنیفات کا تذکرہ کریں گے اور فی الحال کتبِ ائمہ و علما میں موجود آپ کے احوال و مناقب پر مشتمل ابواب و فصول سے تعرض نہیں کریں گے۔

ان شاء اللہ زمانی تسلسل کے اعتبار سے ہم ان کتابوں کی تفصیلات پیش کریں گے۔

۱۔حِلْمُ مُعَاوِيَةَ

اس کتاب کے مصنف تیسری صدی ہجری کے مشہور محدث اور صوفی امام ابو بکر ابن ابی الدنیا ہیں۔ آپ کی ولادت 208ھ میں اور وفات 281ھ میں ہوئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک مشہور وصف حلم و بردباری ہے، حلم و بردباری کا مطلب ہے: غصے میں بھی طبیعت کو / اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ یہ ایسا وصف ہے جسے اللہ عزوجل اپنے بندوں میں پسند فرماتا ہے۔

وفد عبد القیس کے اہم ترین فرد اشج عصری منذر بن اشج سے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تھا: إن فيك خصلتين يحبهما الله: الحلم والأناة. تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے: بردباری اور وقار وطمانیت۔ (صحیح مسلم)

امیر معاویہ کا حلم و سماحت ضرب المثل تھا، غصے میں بھی مسکرانا آپ کا ایک اہم وصف تھا جس کا تذکرہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ایک ارشاد میں کیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق، انساب الاشراف وغیرہ)

آپ کے اسی وصف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امام ابو بکر ابن ابی الدنیا نے "حلم معاویة" کے نام سے ایک کتاب دو حصوں میں لکھی۔ بعد میں کسی نے ان دونوں حصوں میں موجود روایات کی اسانید حذف کر دیں اور کتاب کی ایک تلخیص تیار کی۔

یہی ملخّص قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ تھا اور اب مکتبۃ الأسد الوطنیۃ دمشق میں ہے۔

اسی ملخّص نسخے کو 1423ھ / 2002ء میں ابراہیم صالح کی تحقیق کے ساتھ 47 صفحات میں دار البشائر دمشق نے شائع کیا۔

تعدادِ روایات کے اعتبار سے یہ تلخیص ایک "اربعین" ہے یعنی اس میں چالیس روایات شامل ہیں۔ غالبا تلخیص نگار کا مقصد "حلمِ معاویہ" کے موضوع پر ایک "اربعین" تیار کرنا تھا۔

اس نسخے میں روایات کی سندیں اگرچہ محذوف ہیں مگر ان اسانید کا استخراج امام ابن عساکر دمشقی (499ھ-571ھ) کی "تاریخ دمشق" سے کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس نسخے کی اکثر روایات سند کے ساتھ تاریخِ دمشق میں موجود ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا کی "حلم معاویة" دو حصوں میں تھی اس کی صراحت خود تلخیص نگار نے کی ہے۔ "حلم معاویة" کا جو ملخّص نسخہ دمشق سے شائع ہوا ہے اس میں 23 روایات "حلم معاویة" کے جزء اول سے لی گئی ہیں اور 16 روایات جزء دوم سے لی گئی ہیں۔

حقیقت میں ان دونوں حصوں کی تعدادِ روایات کیا تھی اس کا کوئی یقینی علم ہمیں نہیں ہو سکا، البتہ دو معاصر علمی کاموں کی روشنی میں کچھ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) ڈاکٹر طلال بن سعود الدعجانی نے امام ابن عساکر دمشقی کی 80 جلدوں پر مشتمل کتاب "تاریخ دمشق" کے مصادر اور مآخذ کا تذکرہ تین جلدوں میں لکھا ہے۔ جلد سوم میں انہوں نے امام ابن ابی الدنیا کی "حلم معاویۃ" کا ذکر بھی کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ امام ابن عساکر نے "حلم معاویۃ" سے 72 نصوص (روایات) لی ہیں۔

واضح رہے کہ امام ابن عساکر کی عادت ہے کہ وہ کسی مصنف کی پوری کی پوری کتاب اپنی "تاریخ" میں عموما شامل نہیں کرتے بلکہ اس سے منتخب اور حسب ضرورت روایات و عبارات شامل کرتے ہیں۔

(۲) ایک معاصر محقق ہیں محمد خیر رمضان یوسف، ان کی تحقیق کردہ سیکڑوں کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ اہل علم ان کے نام اور کام سے ضرور واقف ہوں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حلم و بردباری کے موضوع پر پہلے انہوں نے امام ابن ابی الدنیا کی مذکورہ کتاب تلاش کی، جب کتاب دست یاب نہ ہو سکی تو انہوں نے "تاریخ دمشق" اور امام ابن ابی الدنیا ہی کی دوسری کتاب "کتاب الحلم" سے حلمِ معاویہ کے موضوع پر 32 روایات جمع کیں پھر ان کے بیٹے "انس محمد خیر یوسف" نے امہاتِ کتب سے تلاش و جستجو کر کے 84 نئی روایات کا اس پر اضافہ کیا۔ اس طرح حلمِ معاویہ کے موضوع پر کل 116 روایات کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو گیا جسے "دار الامام مسلم، قاہرہ، مصر" نے 1433ھ میں 111 صفحات پر شائع کر دیا۔

یہ کتاب حلمِ معاویہ کے موضوع پر دستیاب سب سے جامع کتاب ہے۔

(نوٹ: ہم اِس کتاب کو اس موضوع پر ایک الگ کتاب شمار کرتے، لیکن چوں کہ یہ کتاب "حلم معاوية لإبن أبي الدنيا" کے نام سے شائع ہوئی ہے اور "انس محمد خیر یوسف" کے اضافے کو اسی پر "إستدراك" کا نام دیا گیا ہے اس لیے اسے ہم نے الگ شمار نہیں کیا۔)

ان تمام تفصیلات سے یہ اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ امام ابن اَبی الدنیا کی اصل کتاب "حلم معاوية" میں کم سے کم کتنی روایات رہی ہوں گی۔

۲۔أَخْبَارُ مُعَاوِيَةَ

یعنی امیر معاویہ کے حالات وواقعات۔اِس کتاب کے مصنف بھی امام ابن اَبی الدنیا ہیں۔

اس کتاب کا تذکرہ امام شمس الدین ذہبی (ولادت 673ھ-وفات 748ھ) نے "سير أعلام النبلاء" میں کیا ہے۔ حافظ ذہبی کے استاذ امام ابو الحجاج المزی (صاحبِ تہذیب الکمال) نے حروفِ ابجد کی ترتیب سے امام ابن ابی الدنیا کی تصنیفات کی ایک فہرست مرتب کی تھی اور اسے مکتبہ ضیائیہ دمشق کے لیے وقف کر دیا تھا پھر مکتبہ ضیائیہ مکتبہ عمریہ میں ضم کر دیا گیا اور انیسویں صدی عیسوی میں مکتبہ عمریہ کے مخطوطات مکتبہ ظاہریہ منتقل کر دیے گئے، اب وہ فہرست ایک مجموعے میں کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔ اس میں امام ابو الحجاج المزی نے "حلم معاوية" کے ساتھ امام ابن ابی الدنیا کی دوسری تصنیف "أخبار معاوية" کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

"أخبار معاوية" کے کسی قلمی نسخے اور طباعت کا ہمیں علم نہیں۔

۳۔فَضَائِلُ مُعَاوِيَةَ

اس کتاب کے مصنف مشہور محدث اور صوفی بزرگ امام ابو بکر ابن ابی عاصم ہیں۔

امام ابن ابی عاصم کی ولادت 206ھ اور وفات 287ھ میں ہوئی۔ "السُنَّة" اور "الآحاد و المثاني" وغیرہ آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ امام ابن عساکر نے آپ کو "محدّث بن محدّث بن محدّث" کہا ہے، حافظ ذہبی نے آپ کو "حافظ، زاہد اور فقیہ" کہا ہے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ایک اچھا تعارف بھی لکھا ہے۔

آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب پر "فضائل معاوية" کے نام سے یہ کتاب لکھی۔

حافظ ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی (773ھ-852ھ) کی مسموعات ومرویات میں یہ کتاب بھی ہے، حافظ ذہبی نے اپنی "معجم الشیوخ" میں دو جگہوں پر اپنے اساتذہ شیخ احمد بن ابراہیم المقدسی الحنبلی (معجم الشیوخ 1/28) اور شیخ محمد بن احمد الزرّاد الصالحی الحنبلی (معجم الشیوخ 2/170) سے اس کتاب کے سماع کی صراحت کی ہے، امام ذہبی کے ان دونوں شیوخ کی وفات 726ھ میں ہوئی۔

امام ابن حجر عسقلانی بھی اپنی سند کے ساتھ اِس کتاب کی روایت کرتے ہیں جیسا کہ "الجمع المؤسس للمعجم المفهرس" کی پہلی جلد میں انہوں نے اپنے سماع اور سند کی صراحت کی ہے۔

علاوہ ازیں علامہ محمد بن سلیمان الرودانی (متوفی 1094ھ) نے اپنی کتاب "صلة الخلف بموصول السلف" میں اپنی سند سے اس کتاب کی روایت کی ہے اور امام عزالدین ابن جماعہ (674ھ-767ھ) کے توسط سے مصنف (حافظ ابن ابی عاصم) تک اپنی سند بیان کی ہے۔

حاصل یہ کہ یہ ایک جلیل القدر محدث کی تصنیف ہے جسے اپنے اپنے عہد کے نمایاں ترین محدثین نے سُنا اور روایت کیا ہے۔ یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

امام ابو بکر بن ابی عاصم کی "فضائل معاوية" کا تذکرہ ہم نے گزشتہ قسط میں کیا، ہمارے علم کے مطابق امام ابن ابی عاصم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور احوال پر یہی ایک کتاب لکھی ہے۔ مگر امام جلال الدین

سیوطی رحمہ اللہ (849ھ-911ھ) کی ایک عبارت سے ایسا لگتا ہے کہ امام ابن ابی عاصم نے امیر معاویہ کے حِلم وبردباری کے موضوع پر بھی ایک کتاب لکھی تھی۔

امام سیوطی "تاریخ الخلفاء" میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

و كان يضرب بحلمه المثل، و قد أفرد إبن أبي الدنيا و أبوبكر بن أبي عاصم تصنيفا في حلم معاوية

"اُن کی بردباری ضرب المثل تھی، ابن ابی الدنیا اور ابو بکر بن ابی عاصم نے حلمِ معاویہ کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں۔"

امام ابن ابی الدنیا کی کتاب "حلم معاوية" تو معروف ہے مگر امام ابن ابی عاصم کی حلمِ معاویہ کے موضوع پر کسی تصنیف کا کوئی تذکرہ آج تک "تاريخ الخلفاء" کے علاوہ کسی اور کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔

واللہ تعالی اعلم۔

۴۔سِیْرَۃُ مُعَاوِیَۃَ

یہ کتاب دوسری صدی ہجری کے مشہور تاریخ داں اور اَنساب و واقعات کے ماہر "عَوانہ بن حَکَم کوفی" کی تصنیف تھی، عوانہ بن حکم کی تاریخِ ولادت معلوم نہیں اور تاریخِ وفات کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ سنہ 147ھ میں وفات ہوئی۔

یہ علامہ ابن الندیم (متوفی 380ھ) نے اپنی مشہور کتاب "الفهرست" کے فن اول، مقالۂ ثالثہ میں اور ابن الندیم ہی کے حوالے سے امام ذہبی نے "سير أعلام النبلاء" میں لکھا ہے۔

مگر علامہ یاقوت حموی (متوفی 626ھ) نے مشہور مورخ المدائنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "158ھ میں اِن کی وفات ہوئی جس سال عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کی وفات ہوئی۔" (معجم الأدباء)

بلکہ خود حافظ ذہبی نے "العبر في خبر من غبر" میں 158ھ کے وفات یافتگان میں ان کا نام لکھا ہے۔!!

ہمیں کچھ قرائن کی بنیاد پر یہی قول زیادہ قوی لگتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

علامہ ابن الندیم نے "الفهرست" میں عوانہ بن حکم کی دو تصنیفات کے نام لکھے ہیں:

۱۔كتاب التاريخ ۲۔سيرة معاوية و بني أمية

حافظ ذہبی نے بھی "سير أعلام النبلاء" میں اِنہی دو کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

عوانہ بن حکَم کا شمار اگرچہ ضعیف راویانِ حدیث میں کیا جاتا ہے مگر یاقوت حموی نے "معجم الأدباء" میں لکھا ہے: كان عالما بالأخبار والآثار ثقة. روى عنه الأصمعي والهيثم بن عدي و كثير من أعيان أهل العلم

"عوانہ اخبار و آثار کے عالم تھے، ثقہ تھے۔ امام اصمعی، ہیثم بن عدیدی اور کثیر اعیانِ اہل علم نے ان سے روایت کی ہے۔"

اور امام ذہبی نے "سير أعلام النبلاء" میں انہیں نقل میں "صدوق" کہا ہے۔

اِن کی یہ دونوں کتابیں مفقود ہو چکی ہیں، البتہ امام طبری (224ھ-310ھ) کی "تاریخ" میں، امام بِلاذُرِی (متوفی 279ھ) کی "أنساب الأشراف" میں اور قاضی ابنِ خَلّکان (متوفی 681ھ) کی "وفيات الأعيان" وغیرہ کتابوں میں ان کی کتابوں کے اقتباسات پائے جاتے ہیں۔

۵۔أَخْبَارُ الْوَافِدِيْنَ عَلَى مُعَاوِيَةَ

۶۔أَخْبَارُ الوَافِدَاتِ عَلَى مُعَاوِيَةَ

پہلی کتاب کا مکمل نام ہے:

"أخبار الوافدين من الرجال من أهل الكوفة والبصرة على معاوية بن أبي سفيان"

دوسری کتاب کا مکمل نام ہے:

"أخبار الوافدات من النساء من أهل الكوفة والبصرة على معاوية بن أبي سفيان"

یہ دونوں کتابیں امیرِ معاویہ اور تقریبا دو درجن افراد کے درمیان ہوئے انفرادی مکالموں کی روداد پر مشتمل ہیں۔ ان میں مَرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ مردوں کے ساتھ ہوئے مکالموں کی تفصیل "أخبار الوافدين" میں ہے اور عورتوں کے ساتھ ہوئے مکالموں کی تفصیل "أخبار الوافدات" میں۔

یہ دو کتابیں تاریخ اور اخبار و واقعاتِ ماضی کے عالم ابو الولید عباس بن بکار الضبی البصری (129ھ-222ھ) کی طرف منسوب ہیں۔

منسوب اس لیے کہ رہا ہوں کیوں کہ ان کتابوں کی عباس بن بکار کی طرف نسبت کسی اسلامی ماخذ میں مجھے نہیں ملی۔ علاوہ ازیں ان دونوں کتابوں کا واحد قلمی نسخہ اسپین کے دارالسلطنت میڈرڈ کے قریب واقع اسکوریال El Escorial کی مشہور لائبریری میں محفوظ ہے۔

(تاریخ الأدب العربي، جلد 3، ص 38، کارل بروکلمان) (تذكرة النوادر من المخطوطات العربية، ص 70، دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد دکن)

"أخبار الوافدين" کے نسخے کی عباس بن بَکّار تک کوئی متصل سند نہیں۔

علمی اعتبار سے "أخبار الوافدين" میں ایک عیب یہ بھی ہے کہ اس کی ساری روایات بلاسند بیان کی گئی ہیں۔

البتہ "أخبار الوافدات" کے نسخے کی سند بھی ہے اور اس میں روایات بھی سند کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

مزید یہ کہ عباس بن بکار الضبی پر حدیثی نقطۂ نظر سے سخت جرحیں کی گئی ہیں، امام دارقطنی نے "کذاب" کہا ہے۔ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور امام ابن حجر نے لسان المیزان میں وہ چند روایات بھی لکھی ہیں جن کے وضع کی تہمت عباس بن بَکّار کے سر ہے۔

حاصل یہ کہ "أخبار الوافدين" کا انتساب عباس بن بَکّار کی طرف پختہ طور پر ثابت نہیں۔اِسی طرح "أخبار الوافدات" کی نسبت میں بھی تھوڑا سا اشتباہ ہے۔

اور اگر یقینی طور پر ثابت بھی ہو جائے تو بھی ایک مشکل ہے، وہ یہ کہ حدیث کے معاملے میں عباس بن بکار غیر معتبر ہے۔ حافظ ابن حِبان نے "الثقات" میں ثقہ شیوخ سے اس کی مرویات میں کوئی حرج نہیں مانا ہے مگر حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں حافظ ابن عدی کا قول نقل کیا ہے کہ ثقہ غیر ثقہ سبھی شیوخ سے اس کی مرویات "منکَر" ہوتی ہیں۔۔!!

لیکن یہاں ایک بات یاد رہے کہ تاریخی واقعات و روایات عباس بن بَکّار کا خاص میدان ہے، تاریخ اور مغازی و سِیر پر حدیثی اصول بالکلیہ منطبق نہیں کیے جاتے۔ اس جہت سے ان واقعات کی چھان پھٹک کی گنجائش باقی ہے۔ لہذا عباس بن بکار پر محض محدثین کی جرحیں دیکھ کر یہ دونوں کتابیں مسترد نہیں کی جا سکتی ہیں۔

نیز یہ کہ عباس بن بکار ان واقعات کو نقل کرنے میں منفرد نہیں۔ ان میں سے کثیر بلکہ اکثر روایات امام ابن عساکر دمشقی نے بعض شخصیات اور مشمولات کے فرق کے ساتھ "تاریخ دمشق" کے متفرق مقامات پر سند کے ساتھ روایت کی ہیں۔

علاوہ ازیں ابن عبد ربہ نے "العقد الفرید" میں ان میں سے کچھ واقعات نقل کیے۔ بعض باتیں مبرد کی "الکامل" میں مل جاتی ہیں (اگرچہ بلاسند ہیں)۔ یقینا ان کے علاوہ اسلامی مصادر میں بھی ان میں سے کچھ چیزیں منقول ہوں گی۔ سب کا مجموعہ پیشِ نظر رکھ کر صحیح غیر صحیح اور معتبر غیر معتبر کی تمیز کی جاسکتی ہے۔

یہ دونوں کتابیں موسسۃ الرسالۃ بیروت سے 1983ء میں سکینہ الشہابی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں ضمیمے کے طور پر حافظ ابن عساکر کی تاریخِ دمشق سے بھی متعلقہ روایات شامل کر لی گئی ہیں۔ ضمیمے کے ساتھ "أخبار الوافدین" کے کُل 56 صفحات ہیں جب کہ "أخبار الوافدات" میں 88 صفحات ہیں۔

"أخبار الوافدات" کے قلمی نسخے پر عباس بن بکّار تک سند موجود ہے۔ اور تمام روایات بھی سند کے ساتھ ہیں۔

سکینہ الشہابی نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ "أخبار الوافدات" کی عباس بن بکار کی طرف نسبت مشکوک ہے، کیوں کہ عباس بن بکار کے تلامذہ اور اُن کے تلامذہ کے ذریعے اس کتاب کی روایت ہوئی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کی کچھ روایات کی سندوں میں عباس بن بکار کا نام درمیان میں نہیں ہے۔

یقینا یہ ایک ضعیف بنیاد ہے جو تشکیک کے لیے کافی نہیں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے ایسی روایات عباس بن بکار کے تلامذہ کی "زیادات" میں سے ہوں۔ ایسی روایات کا کتاب کے آخر میں ہونا "زیادات" کے امکان کو مزید قوی کر رہا ہے۔ اس لیے اسے تشکیک کی بنیاد بنانا درست نہیں۔

۷۔ جُزْءٌ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ

حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل یہ حدیثی جُز امام ابو عمر محمد بن عبد الواحد "الزاہد" البغوی معروف بہ "غلامِ ثعلب" کی تصنیف ہے۔ آپ مشہور لُغَوی امام ثعلب کے خصوصی شاگرد تھے اسی لیے انہیں کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ "غلامِ ثعلب" کے اضافی نام سے مشہور ہوئے۔

امام ذہبی نے "سِيَر أعلام النبلاء" میں آپ کا تعارف اس طرح شروع کیا ہے:

الإمام الأوحد العلامة اللغوي المحدث۔۔۔ "امامِ یکتا، علامہ، ماہرِ لغت، محدث"

آپ کی ولادت 261ھ اور وفات 86 سال کی عمر میں 345ھ میں ہوئی۔ آپ علمِ حدیث میں اپنے وقت کے ایک ثقہ اور صَدوق شیخ تھے۔ امام خطیب بغدادی (متوفی 463ھ) لکھتے ہیں:

أما الحديث فرأينا جميع شيوخنا يوثقونه فيه و يصدقونه

"ہم نے اپنے تمام مشائخ کو دیکھا کہ وہ حدیث میں آپ کو ثقہ اور سچا مانتے تھے۔" (تاریخ بغداد)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں تصنیف کردہ اپنا یہ حدیثی جُز آپ اپنے ہر شاگرد کو لازمی طور پر پڑھاتے تھے۔ جب بھی آپ کے پاس کوئی کچھ پڑھنے کے لیے آتا تو پہلے آپ اسے امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل اپنی یہ تصنیف پڑھاتے پھر اُس کے بعد اس کی مطلوبہ چیز پڑھاتے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

كان له جزء قد جمع فيه الأحاديث التي تروى في فضائل معاوية، فكان لا يترك واحدا منهم يقرأ عليه شيئا حتى يبتدئ بقراءة ذلك الجزء- ثم يقرأ عليه بعده ما قصد له

”آپ کا ایک جُز تھا جس میں آپ نے حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں روایت کی جانے والی حدیثیں جمع کر رکھی تھیں۔ آپ کے پاس جو بھی کچھ پڑھنے کے لیے آتا تو اسی جز کی قراءت سے آغاز فرماتے، پھر اس کی مطلوبہ چیز پڑھتے۔“ (تاریخ بغداد)

آپ کی وفات 345ھ میں ہوئی اور مشہور صوفی بزرگ سیدنا امام معروف کرخی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے سامنے ایک راستے کی چوڑائی جتنی دوری پر ایک چبوترے نما جگہ پر آپ کی تدفین ہوئی۔ (تاریخ بغداد)

آپ کے اس ”جزء في فضائل معاوية“ کے کسی قلمی نسخے یا طباعت و اشاعت کا ہمیں کوئی علم نہیں۔

ممکن ہے اس کا قلمی نسخہ شام یا ترکی یا مصر کی کسی پرانی لائبریری میں محفوظ ہو۔

اب یہاں دو باتوں کا ذکر ضروری ہے:

ا۔ آپ کے تصنیف کردہ ”جزء في فضائل معاوية“ میں کثیر موضوع روایات بھی تھیں۔

امام ابن حجر عسقلانی ”لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

رأيت الجزء الذي جمعه في فضائل معاوية فيه أشياء كثيرة موضوعة، و الآفة فيها من غيره

”مَیں نے وہ جُز دیکھا ہے جو آپ نے فضائل امیرِ معاویہ میں جمع کیا تھا۔ اس میں بہت سی موضوع چیزیں (روایات) ہیں۔ البتہ یہ آفت (وضعِ حدیث) آپ کی طرف سے نہیں بلکہ دوسروں کی طرف سے ہے۔“

موضوعات کی اِس کثرت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح رافضی خبیثوں نے مولائے کائنات کَرّم اللہ تعالیٰ وجہہ اور اہل بیت کی شان میں لاکھوں حدیثیں گڑھ کر بازارِ علم میں رائج کر دی تھیں اُسی طرح ناصبی خبیثوں نے بھی امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں موضوع روایات گڑھ کر رائج کر دی تھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ لکھتے ہیں:

”جس طرح روافض نے فضائلِ امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں۔كما نص عليه الحافظ أبو يعلى الخليلي في الإرشاد۔

یوں ہی نواصب نے مناقبِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ میں حدیثیں گڑھیں۔كما أرشد إليه الإمام الذاب عن السنة أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى۔“(فتاوی رضویہ، رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین، افادۂ دہم)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ امام ابن حجر نے امام ابو عمر الزاہد کے مذکورہ جُز کی کثیر روایات کو ”موضوع“ کہا ہے۔ نہ اکثر کو کہا ہے اور نہ کل کو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی نظروں میں اس رسالے کی بہت سی روایات غیر موضوع تھیں۔ جن میں ضرور صحاح، حسان اور ضعاف تینوں قسم کی مرویات ہوں گی۔ واللہ تعالی اعلم۔

یہاں جس طرح امیرِ معاویہ سے متعلق موضوع روایات لاعلمی میں بیان کرنے والوں کو سبق لینا چاہیے وہیں نفیِ مجرد والوں کو بھی سبق لینا چاہیے جو کہتے ہیں کہ امیرِ معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ پچھلی کسی قسط میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام ابن ابی عاصم کی ”فضائل معاوية“ امام ابن جماعہ، امام ذہبی، امام ابن حجر وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کیا یہ اکابر ائمہ جان بوجھ کر ایسی روایات بیان کر رہے تھے جن میں سے ایک بھی ثابت نہیں۔۔؟؟؟

ان شاء اللہ ہم اس موضوع پر آئندہ کسی قسط میں تفصیل سے لکھیں گے اور اس بارے میں معتدل اور متوسط موقف دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔ واللہ المُوَفِّق.

۲۔ فضائل امیرِ معاویہ پر اپنی تصنیف کے ساتھ امام ابو عمر الزاہد (غلامِ ثعلب) کا جو مخصوص طریقِ کار تھا شاید وہ رافضیت پسند دماغوں کے لیے کافی پریشان کن تھا۔ شاید یہ مخصوص رویہ ہی وجہ ہے جو آپ کے ایک شاگرد

علامہ ابن الندیم نے آپ پر "ناصبی" ہونے کا الزام لگایا ہے۔ جب کہ اس الزام میں ذرہ برابر بھی کوئی سچائی نہیں۔ کیوں کہ۔۔

ابن الندیم کے اندر خود رافضیت سمائی ہوئی تھی اور روافض اہلِ سنت کو ناصبی کہتے رہتے ہیں۔ اس میں کوئی نئی یا حیرت کی بات نہیں ہے۔

ابن الندیم نے "الفہرست" میں آپ کے تعارف کے آخر میں ردِ روافض میں آپ کے دو شعر درج کیے ہیں اور ان اشعار کی وجہ سے آپ کو "جاہل" قرار دیا ہے۔!!!

یہ خود ایک دلیل ہے کہ ابن الندیم کے اندر رافضیت تھی، ورنہ روافض کے رد میں شعر کہنے پر کوئی سُنی شاگرد اپنے استاذ کو اُن اشعار کی وجہ سے "جاہل" نہیں کہہ سکتا۔

علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانی نے ابن الندیم کے ذریعے آپ پر لگایا گیا ناصبیت اور یزیدیت کا الزام ذکر کرتے ہوئے اس کا رد کیا ہے اور ابن الندیم کی اپنی ایک عبارت کی روشنی میں ابن الندیم کو رافضی ثابت کیا ہے۔

(دیکھیں: لسان المیزان، تعارف 7119، تحقیق: عبد الفتاح أبو غدہ)

اس سے ایک چیز واضح ہو جاتی ہے کہ حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کرنے پر رافضیت زدہ لوگوں کے ذریعے اہلِ سنت پر ناصبیت کا الزام لگانا کوئی نئی فکر نہیں ہے۔ یہ فکر آج کے رافضیت پسندوں کو اپنے اسلاف سے وراثت میں ملی ہے۔

اس قسط میں پہلے ہم کچھ ایسی پرانی تصنیفات کا تذکرہ کریں گے جو اب مفقود ہو چکی ہیں یا مفقود کے حکم میں ہیں:

۸۔ إِمَامَةُ مُعَاوِيَة

یعنی امیرِ معاویہ کی خلافت۔

یہ کتاب مشہور ادیب ابو عثمان عَمرو بن بحر الکنانی یعنی "جاحظ" معتزلی بصری (ولادت 159 یا 163ھ - وفات 255ھ) کی ہے۔

اس کتاب کا تذکرہ علامہ یاقوت حموی (متوفی 626ھ) نے "معجم الادباء" میں جاحظ کے تعارف میں اور کارل بروکلمان نے "تاريخ الأدب العربي" میں کیا ہے۔

۹۔وَفَاةُ مُعَاوِيَة

اس کتاب کا مصنف واقعاتِ کربلا کا مشہور اور مجروح ترین راوی ابو مخنف لوط بن یحیٰی کوفی شیعی (متوفی 175ھ) ہے۔اس کتاب کا تذکرہ اسماعیل پاشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین میں کیا ہے۔

اگر یہ کتاب دست یاب ہوتی تو "ابو مخنف" پر محدثین کی جرحوں کی تفصیل ہم یہاں ضرور پیش کرتے۔

۱۰۔أَخْبَارُ مُعَاوِيَة

ابن الندیم نے "الفهرست" میں "ابو عبد اللہ الحسنی" نامی شخص کی تصنیفات میں سے ایک تصنیف "أخبار معاوية" بھی بتائی ہے۔ اِس مصنِّف اور مصنَّف کے بارے میں ہمیں مزید کوئی علم نہیں۔

۱۱۔مَنَاقِبُ مُعَاوِيَة

ابو بکر النقاش محمد بن حسن انصاری موصلی بغدادی (266ھ - 351ھ) اُن مشہور اور کثیر التصنیف پرانے اہلِ علم میں سے ہے جن کا علم تو بہت زیادہ ہے مگر محدثین کی جرحیں بھی اُن پر بہت شدید ہیں۔ حتیٰ کہ ابو بکر النقاش پر حدیث میں کذب ووضع کی تہمت بھی لگی ہوئی ہے۔

امام ابن جوزی وغیرہ متشدد ائمۂ جرح و تعدیل اور امام ذہبی جیسے معتدلین نے النقاش پر وضع و کذب کا الزام ضرور لگایا ہے۔ اور اِسی وجہ سے امام سبط ابن العجمی نے "الكشف الحثيث عمن رُمِيَ بوضع الحديث" میں النقاش کا بھی ذکر متہم بالکذب رُواۃ میں کیا ہے۔

مگر ساتھ ہی علومِ تجوید و قراءت میں ائمۂ فن نے ابو بکر النقاش کو مستند بھی مانا ہے۔ اس فن کے مشہور پیشوا امام ابو عمرو الدانی نے النقاش پر اعتماد کیا ہے۔ (التیسیر للدانی اور تاریخ الاسلام للذھبی وغیرہ)

بلکہ خود امام ذہبی نے انہیں "إمام أهل العراق في القرأة والتفسير" کہا ہے۔

غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء میں امام شمس الدین ابن الجزری (متوفی 833ھ) نے "الإمام العَلَم" کہا ہے۔ اور جرحوں کا رد بھی کیا ہے۔ حتی کہ حافظ ذہبی کے انہیں غیر ثقہ کہنے کو بھی امام ذہبی کا مبالغہ قرار دیا ہے۔

ہماری رائے (جو غلط بھی ہو سکتی ہے) یہ ہے کہ ابو بکر النقاش حدیث میں "ضعیف" اور قراءت و تفسیر میں قوی ہے۔ البتہ ہمیں اپنی اس رائے پر ابھی جزم نہیں، کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ،

ابو بکر النقاش پر محدثین کی جرحوں کا تفصیلی تجزیہ ضروری ہے تاکہ اُن جرحوں کی حقیقت اور ان کے اسباب و عوامل کھل کر سامنے آسکیں جس سے حدیث میں النقاش کی قرار واقعی حیثیت واضح طور پر متعین کی جاسکے۔

اس نقطۂ نظر کی کئی وجہیں ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تہمتِ کذب کبھی کبھی غلط فہمی کی وجہ سے بھی لگ جاتی ہے جیسا کہ امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسحاق (صاحبِ مغازی) اور امام ابو عمر الزاھد غلامِ ثعلب کے معاملے میں ہم دیکھ چکے ہیں۔

ابو بکر النقاش نے ”شفاء الصدور“ کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس پر محدثین نے سخت تنقیدیں کیں۔ حتیٰ کہ امام ابو بکر البرقانی (متوفی 425ھ) نے تشدد برتتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اُس میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔ (بعض مآخذ میں یہ قول امام دارقطنی کی طرف منسوب ہے۔)

حافظ ابو القاسم ھبۃ اللہ اللالکائی (متوفی 418ھ) نے کہا:

وہ شفاء الصدور نہیں بلکہ اِشفیٰ الصدور ہے۔۔۔ (اشفی = سوراخ کرنے کا وہ آلہ جسے موچی استعمال کرتے ہیں)

امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے:

و قد صنف ابن أَبِي عَاصِمٍ جُزْءًا فِي مَنَاقِبِهِ، وَكَذَلِكَ أَبُو عُمَرَ غُلَامُ ثَعْلَب، وَأَبُو بَكْرٍ النَّقَّاشُ

”یعنی امیر معاویہ کے مناقب میں ابن ابی عاصم نے ایک جز لکھا اور اِسی طرح ابو عمر ”غلام ثعلب“ اور ابو بکر النقاش نے بھی ایک ایک جز لکھا۔“

امام ابن ابی عاصم اور امام غلام ثعلب کی کتابوں کا تذکرہ ہم گزشتہ قسطوں میں کر چکے ہیں۔

ابو بکر النقاش کی کتاب کا تذکرہ فتح الباری کے سوا کہیں اور نظر سے نہیں گزرا۔ ابن الندیم کی ”الفهرست“ سے لے کر گزشتہ صدی کی مایۂ ناز تصنیف ”معجم المؤلفين“ تک جہاں بھی ہمیں ابو بکر النقاش یا اُن کی کتابوں کا ذکر ملا، کہیں بھی ”مناقبِ معاویہ“ کے موضوع پر اُن کی کسی تصنیف کا کوئی ذکر نہیں ملا۔

یقیناً یہ ہماری کوتاہ علمی ہے۔

چوں کہ امام ابن حجر نے فتح الباری میں ابو بکر النقاش کی تصنیف کا ذکر کیا ہے اس لیے ”من ذكر حجة على من لم يذكر فإن معه زيادة العلم“ اور ”مَن علم فهو حجة على من لم يعلم“ کے تحت ہمیں یہ تسلیم ہے کہ ابو بکر النقاش نے فضائل امیرِ معاویہ پر کوئی کتاب لکھی تھی۔ جس کی کوئی تفصیل ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

یہاں اب پہلی قسط میں مذکور مضامین کی غلط فہمیوں اور مغالطوں پر تنبیہ بھی ضروری ہے۔

برادر محترم محمد اسماعیل عرف رضا عسقلانی نے ابو بکر النقاش کی تصنیف کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے حافظ ذہبی کی کچھ عبارات کا سہارا لیا ہے۔

کیا وہ عبارات ابو بکر النقاش کی مذکورہ مستقل تصنیف "مناقب معاوية" میں موجود روایات کے بارے میں ہیں یا کسی دوسری کتاب میں مذکور چند موضوع روایات کے بارے میں ہیں؟

کیا امیرِ معاویہ سے متعلق روایات گڑھنے کا الزام ابو بکر النقاش پر لگانا درست ہے؟ اور کیا اس معاملے میں حافظ ذہبی ابو بکر النقاش کا نام لینے میں درستی پر ہیں؟

ان سوالوں کے جوابات ان شاء اللہ آئندہ سطور میں وضاحت کے ساتھ مل جائیں گے۔

حافظ ذہبی ضعیف اور مجروح راویانِ حدیث کے تذکرے پر مشتمل اپنی کتاب "المغني" میں ابو بکر النقاش کے بارے میں لکھتے ہیں:

مُحَمَّد بن الْحسن أَبُو بكر النقاش الْمُقْرِئ الْمُفَسّر، مَشْهُور، اتهمَ بِالْكَذِبِ، وقد أتى في تفسيره بطامات و فضائح، و هو في القراءات أمثل

"محمد بن حسن ابو بکر النقاش، قراءت و تفسیر کا عالِم، مشہور ہے، متہم بالکذب ہے۔ اپنی تفسیر میں مہلک اور رسوا کن چیزیں لایا (یعنی موضوعات وواہیات) البتہ وہ علومِ قراءت میں بہتر ہے۔"

(المغنی فی الضعفاء، تعارف نمبر 5428)

دیوان الضعفاء میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: محمد بن الحسن ابوبکر النقاش المفسر متهم بالكذب

"محمد بن حسن ابو بکر النقاش مفسر، متہم بالکذب ہے۔" (دیوان الضعفاء، تعارف نمبر 3667)

یہ دونوں تعارف اور امام ذہبی کی دیگر کتابوں میں موجود ابو بکر النقاش کا تعارف دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ وہ ہر اہم بات ذکر کرتے ہیں مگر کہیں بھی یہ ذکر آپ کو نہیں ملے گا کہ ابو بکر النقاش نے فضائل امیرِ معاویہ پر کوئی کتاب لکھی یا فضائلِ امیرِ معاویہ پر جھوٹی حدیثیں گڑھیں یا بیان کیں۔

اب آگے بڑھیں۔

ابو بکر النّقّاش کا نام محمد بن حسن ہے۔ اُس کے ہم نام ایک نامعلوم شخص کے بارے میں حافظ ذہبی "المغني" میں لکھتے ہیں:

مُحَمَّد بن الْحسن، روى عَنهُ اسحاق بن مُحَمَّد السُّوسِي مَوْضُوعَات فِي فضل مُعَاوِيَة فَلَعَلَّهُ النقاش الْمُفَسّر

"محمد بن حسن، اسحاق بن محمد السوسی نے فضائلِ معاویہ پر چند موضوع حدیثیں اِسی (محمد بن حسن) سے روایت کی ہیں۔ شاید یہ النقاش مفسّر ہے۔" (المغنی فی الضعفاء، تعارف نمبر 5401)

پھر بعد میں جب میزان الاعتدال لکھی تو اس میں اسی نامعلوم شخص کے بارے میں لکھا:

محمد بن الحسن: روى عنه إسحاق بن محمد السوسى أحاديث مختلقة في فضل معاوية، ولعله النقاش صاحب التفسير، فإنه كذاب، أو هو آخر من الدجاجلة

"محمد بن حسن، اسحاق بن محمد السوسی نے فضائلِ معاویہ میں چند گڑھی ہوئی حدیثیں اِسی (محمد بن حسن) سے روایت کیں۔ شاید یہ النقاش صاحبِ تفسیر ہے۔ کیوں کہ وہ کذاب ہے۔ یا پھر یہ کوئی دوسرا دجال (کذاب) ہے۔" (میزان الاعتدال، تعارف نمبر 7390)

نوٹ: میزان الاعتدال کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس تعارف میں دو غلطیاں در آئی ہیں:

۱۔"أحاديث مختلقة" میں یہ لفظ "ق" کے ساتھ "مختلقة" ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی کے ہاتھوں لکھے ہوئے مخطوطے میں ہم نے دیکھا ہے۔ مگر بعض مطبوعہ نسخوں میں کاتب کی غلطی سے یہ "ف" کے ساتھ " مختلفة" لکھا ہے۔(اختلاق= گڑھنا)

۲۔اِس نامعلوم محمد بن حسن سے جس نے وہ موضوع حدیثیں روایت کی ہیں اس کا نام میزان الاعتدال کے بعض مطبوعہ نسخوں میں "محمد بن اسحاق بن محمد السوسی" لکھا ہوا ہے۔

یہ کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ "اسحاق بن محمد السوسی" ہے۔ "محمد بن اسحاق بن محمد السوسی" نہیں۔

اس پر ہمارے پاس تین دلیلیں ہیں:

۱۔حافظ ذہبی کے قلمی نسخے میں صاف صاف "اسحق بن محمد السوسی" لکھا ہوا ہے۔

۲۔لسان المیزان میں میزان الاعتدال لفظ بلفظ منقول ہے۔لسان میں بھی "اسحاق بن محمد السوسی" ہی ہے۔
(لسان المیزان، تحقیق:ابو غدۃ، تعارف نمبر 6653)

۳۔لسان المیزان میں اسحاق بن محمد السوسی کے تعارف میں لکھا ہے:

1064 – إسحاق بن محمد بن إسحاق السوسي، ذاك الجاهل الذي أتى بالموضوعات السمجة في فضائل معاوية

"اسحاق بن محمد السوسی وہی جاہل ہے جس نے فضائل معاویہ میں قبیح موضوعات روایت کیں۔"

کتابتی اغلاط کی تصحیح تو جملۂ معترضہ تھی۔ ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ "المغني" اور "ميزان الاعتدال" کی اِن عبارتوں میں دو چیزیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ اسحاق بن محمد السوسی نے محمد بن حسن نامی اپنے کسی شیخ کے حوالے سے فضائل امیرِ معاویہ پر چند موضوع حدیثیں روایت کیں۔

یہاں بات چند گِنی چُنی موضوع حدیثوں کی ہے۔ کسی کتاب یا تصنیف کی نہیں۔ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں: ”أحاديث مختلقة“یعنی چند گڑھی ہوئی حدیثیں۔اور ”موضوعات“یعنی چند موضوع حدیثیں۔

۲۔ اسحاق السوسی نے جس محمد بن حسن سے وہ موضوع حدیثیں روایت کیں وہ کون ہے؟ یہ معلوم نہیں۔ وہ ایک مجہول شخص ہے۔

”المغني“میں حافظ ذہبی نے اپنی صواب دید سے یہ اندازہ لگایا کہ ”شاید“ یہ النقاش مفسر ہے۔!!

پھر جب بعد میں ”ميزان الاعتدال“ لکھی اور اس میں بھی اسحاق بن محمد السوسی کے اسی مجہول شیخ کا نام لکھا تو یہاں بھی لکھا کہ یہ محمد بن حسن ”شاید“ النقاش مفسر ہے۔ !!!

دونوں کتابوں میں انہوں نے لفظ ”شاید“ کے ساتھ اپنا اندازہ بیان کیا۔ پھر ”ميزان الاعتدال“ میں اپنے اس اندازے کی وجہ بھی بیان کی کہ چوں کہ یہ جھوٹی حدیثیں ہیں اور النقاش مفسر ”کذاب“ ہے اس لیے یہ محمد بن حسن شاید وہی النقاش مفسر ہی ہو۔ !!

مگر اس پر اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اس لیے آخر میں کہا: ”یا پھر یہ کوئی دوسرا دجال ہے۔“

ظاہر ہے امام ذہبی کو خود اس بات پر جزم نہیں کہ اسحاق السوسی کا یہ مجہول شیخ کون ہے۔ وہی النقاش مفسر ہے یا پھر کوئی دوسرا دجال ہے۔ اب دو باتوں کی تنقیح ضروری ہے تاکہ ساری چیزیں واضح ہو سکیں:

کیا فضائلِ معاویہ سے متعلق وہ چند روایات ابو بکر النقاش کی کتاب ”مناقب معاوية“ کی ہیں یا کسی دوسری کتاب کی ہیں؟؟ اور کیا امام ذہبی کا یہاں پر ابو بکر النقاش کا نام لینا صحیح ہے؟

اگر مَیں سپاٹ اور سیدھا جواب لکھ دوں تو شاید حافظ ذہبی جیسے سلطانِ اسماء الرجال پر اور اُن کی مذکورہ عبارات سے بے جا استدلال کرنے والوں پر بے جا تعقب کا الزام آپ مجھ پر لگا دیں، اس لیے ان شاء اللہ مَیں اپنی بات یہاں مکمل وضاحت اور دلائل کے ساتھ رکھوں گا۔

اسحاق بن محمد السوسی نے امیرِ معاویہ کے فضائل پر جو چند موضوع حدیثیں روایت کیں وہ ابو بکر النقاش کی تصنیف "مناقب معاوية" میں نہیں بلکہ امام ابو القاسم عبید اللہ السقطی کی تصنیف "جزء في فضائل أمير المؤمنين معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه" میں ہیں۔!!

ا۔ امام ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں اسحاق بن محمد السوسی کے تعارف میں فرماتے ہیں:

1064 - إسحاق بن محمد بن إسحاق السوسي، ذاك الجاهل الذي أتى بالموضوعات السمجة في فضائل معاوية رواها عبيد الله بن محمد بن أحمد السقطي عنه، فهو المتهم بها أو شيوخه المجهولون

"اسحاق بن محمد بن اسحاق السوسی یہی وہ جاہل ہے جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وہ ردی موضوعات بیان کیں جنہیں عبید اللہ بن محمد بن احمد السقطی نے اسحاق السوسی سے روایت کیا۔ تو اِن کے وضع کی تہمت اِسی (اسحاق السوسی) پر ہے یا اِس کے مجہول شیوخ پر۔" (لسان المیزان، تحقیق: ابوغدہ، تعارف نمبر 1064)

امام ابن حجر کی یہ واضح تصریح ایک بار پھر پڑھیں۔

اسحاق بن محمد السوسی نے امیرِ معاویہ کے فضائل پر جو چند موضوع حدیثیں بیان کیں اُن موضوع حدیثوں کو امام ابو القاسم عبید اللہ السقطی نے اسحاق السوسی سے روایت کیا ہے۔

اِن روایات میں سے کچھ میں اسحاق بن محمد السوسی کا شیخ کوئی "محمد بن حسن" نامی "مجہول" شخص ہے۔

امام ابن حجر کی یہ صراحت دیکھنے کے بعد ہم نے امام ابو القاسم السقطی کی کتاب "جزء في فضائل أمير المؤمنين معاوية" دیکھی تو اس میں امام ابو القاسم السقطی نے اکثر حدیثیں اپنے شیخ اسحاق بن محمد السوسی ہی سے روایت کی ہیں۔

جو حدیثیں اسحاق بن محمد السوسی سے مروی ہیں اُن میں سے صرف 5 حدیثیں اسحاق السوسی نے اپنے شیخ محمد بن حسن سے روایت کی ہیں۔ باقی احادیث اپنے دوسرے شیوخ سے روایت کی ہیں۔

(تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی)

یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبی نے محمد بن حسن سے اسحاق السوسی کی روایت کردہ موضوع احادیث کے لیے "أحاديث مختلقة" (چند گڑھی ہوئی حدیثیں) اور "موضوعات" (کچھ موضوع روایات) جیسے قِلّت کو بتانے والے صیغے استعمال کیے ہیں۔

۲۔ میزان الاعتدال میں حافظ ذہبی نے اسحاق السوسی کے مجہول شیخ محمد بن حسن کے تعارف میں لکھا ہے:

محمد بن الحسن: روى عنه إسحاق بن محمد السوسي أحاديث مختلقة في فضائل معاوية

یعنی "اسحاق بن محمد السوسی نے امیرِ معاویہ کی فضیلت میں چند موضوع حدیثیں محمد بن حسن سے روایت کی ہیں"

امام ابن حجر عسقلانی نے "لسان الميزان" میں اِنہی "چند حدیثوں" میں سے دو حدیثیں بطورِ مثال ذکر کی ہیں۔

یہ دونوں حدیثیں امام ابو القاسم السقطی کی کتاب میں موجود ہیں۔ اور دونوں اسحاق السوسی کی روایت سے ہیں، جو اسحاق السوسی نے محمد بن حسن کے حوالے سے بیان کی ہیں۔

محمد بن حسن کون ہے؟

حافظ ذہبی نے "المغني" میں کہا کہ شاید یہ ابو بکر النقاش ہے۔ پھر "میزان" میں کہا کہ شاید یہ النقاش یا کوئی دوسرا دجال ہے۔

یعنی یہ ایک مجہول شخص ہے جس کی تعیین حافظ ذہبی جیسے سلطانِ اسماء الرجال کے لیے بھی کافی مشکل ہے۔

کبھی فرماتے ہیں کہ شاید یہ النقاش ہے اور کبھی فرماتے ہیں کہ شاید یہ کوئی دوسرا دجال ہے۔

یہاں ایک بات کا ذکر ضروری ہے کہ ابو بکر النقاش ایک معروف شخصیت ہے۔ جب کہ امام ابن حجر عسقلانی اِس "محمد بن حسن" کو "مجہول" مانتے ہیں۔

"لسان المیزان" میں اسحاق بن محمد السوسی کے تعارف میں اِنہی موضوع روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: فهو المهتم بها أو شيوخه المجهولون

"ان موضوعات کی تہمت اسحاق السوسی کے سر ہے یا پھر اس کے مجہول شیوخ کے سر۔"

ظاہر ہے ابو بکر النقاش "مجہول" نہیں "معروف" ہے۔ اگر یہ محمد بن حسن یہی ابو بکر النقاش ہوتا تو حافظ ضرور کہتے کہ اِن سب کے یا اِن میں سے کچھ کے وضع کی تہمت خود اسحاق السوسی یا ابو بکر النقاش پر ہے۔

بلکہ حافظ ابن عَرّاق الکنانی کے مطابق اسحاق بن محمد السوسی کا مذکورہ تعارف خود حافظ ذہبی کا لکھا ہوا ہے۔

یعنی اُن روایات کی وضع کی تہمت اسحاق السوسی یا اس کے "مجہول" شیوخ کے سر خود حافظ ذہبی نے رکھی ہے۔

حال آں کہ "میزان الإعتدال" کے نسخوں میں یہ ٹکڑا (اسحاق السوسی کا تعارف) ہمیں نہیں مل سکا۔ لیکن حافظ ابن عَرّاق الکنانی (متوفی 963ھ) نے "تنزيه الشريعة" میں اسے حافظ ذہبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ بلکہ اُن سے پہلے "لسان المیزان" میں حافظ ابن حجر کا طرزِ عمل بھی بتا رہا ہے کہ یہ عبارت خود ذہبی کی ہے جس پر کسی استدراک یا تعلیق کے بغیر حافظ نے "لسان" میں اسے باقی رکھا ہے۔

بلکہ اُن سے بھی پہلے حافظ سبطِ ابن العجمی (متوفی 841ھ) نے "الکشف الحثیث" میں اسحاق السوسی کے تعارف میں لفظ بلفظ وہی عبارت لکھی ہے۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ "الکشف الحثیث" "میزان الإعتدال" سے ماخوذ ہے۔!!

حاصل یہ کہ اگرچہ "میزان" کے مطبوعہ نسخوں میں اسحاق السوسی کا مذکورہ تعارف دستیاب نہیں مگر حقیقت میں وہ حافظ ذہبی ہی کا لکھا ہوا ہے۔

اس سارے منظر نامے سے چند باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

- فضائلِ معاویہ کی مذکورہ موضوع روایات اسحاق السوسی یا اُس کے مجہول شیوخ کی وضع کردہ ہیں۔ جنہیں حافظ ابو القاسم السقطی نے اسحاق السوسی سے سُن کر اپنی کتاب میں شامل کر لیا ہے۔ ابو بکر النقاش کا نہ اِن کے وضع سے تعلق ہے اور نہ ہی یہ روایات ابو بکر النقاش کی کتاب کی ہیں۔
- ابو بکر النقاش کے مذکورہ جز کا راوی اسحاق بن محمد السوسی کو بتانا ایک غلط فہمی ہے جس کی صحت پر کسی قسم کا کوئی قرینہ نہیں۔
- اسحاق السوسی کے مجہول شیخ "محمد بن حسن" کو ابو بکر النقاش قرار دینا ایک "مرجوح احتمال" ہے جس پر کوئی قرینہ یا دلیل نہیں ہے۔

واضح رہے کہ یہ اسحاق بن محمد (بن اسحاق) السوسی حافظ ذہبی اور بعض دیگر ائمہ کی نظر میں ایک "متہم" راوی ہے۔ جب کہ ایک دوسرے اسحاق بن محمد (بن یوسف) السوسی ہیں جو زمانے کے اعتبار سے اس سے تھوڑا سا متاخر ہیں اور امام بیہقی کے ایک ثقہ شیخ ہیں۔

دونوں میں فرق یاد رکھا جائے۔

۱۲۔جُزْءُ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَة

یہ کتاب ثقہ محدث، صوفی بزرگ، ابدالِ وقت اور مستجاب الدعوات، سیدی ابو الفتح القواس یوسف بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تھی۔ آپ کی ولادت 300ھ اور وفات 385ھ میں ہوئی۔

بچپن میں ہی آپ کا یہ حال تھا کہ مشہور محدث امام ابو الحسن دار قطنی فرماتے ہیں:

كنا نتبرك بأبي الفتح القواس و هو صبي

"ہم ابو الفتح القواس سے برکت حاصل کرتے تھے جب کہ ابھی وہ بچے تھے۔" (تاریخ بغداد)

سیدی ابو الفتح القواس سماعِ حدیث کے معاملے میں کافی محتاط تھے۔ محدثین کے یہاں بھیڑ زیادہ ہوتی تھی تو پیچھے والوں تک آواز پہنچانے کے لیے مستملی (املا کروانے والے) ہوا کرتے تھے، مگر کبھی بھی آپ کسی مستملی سے سُن کر حدیث نہیں لکھتے تھے۔ بلکہ خود محدث کے منہ سے سُن کر ہی حدیث لکھتے تھے۔

آپ بیان فرماتے ہیں:

ایک بار مَیں قاضی محاملی کی مجلس میں حاضر ہوا۔ چار مستملی املا کروا رہے تھے۔ مَیں مجالسِ املا میں محدث کے الفاظ سُن کر ہی حدیث لکھا کرتا تھا۔ (ورنہ نہیں لکھتا تھا)۔ مَیں قاضی محاملی سے اتنی دوری پر تھا کہ اُن کی آواز سُن نہیں پا رہا تھا اِس لیے مَیں اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے مجھے دیکھا تو جگہ بنائی اور مجھے آگے پہنچا دیا یہاں تک کہ مَیں قاضی محاملی کے تخت پر پہنچ گیا اور اُن کے ساتھ تخت پر بیٹھ کر اُن سے حدیث سُنی۔

اگلے دن ایک آدمی آیا۔ سلام کیا اور بولا مجھے معاف کر دیجیے۔

مَیں نے کہا: کس بات کی معافی؟

وہ بولا: کل مَیں نے آپ کو مجلس میں دیکھا۔ آپ اُٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھ گئے۔ تو مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کے لیے آپ اٹھے ہیں، حدیث سننے کے لیے نہیں۔

(رات) خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ مجھ سے فرمارہے تھے:

جو شخص اِس طرح حدیث سُننا چاہے کہ گویا وہ میری زبان سے سُن رہا ہے تو اُسے چاہیے کہ ابو الفتح القواس کی طرح حدیث سُنے۔ (تاریخِ بغداد)

سیدی ابو الفتح القواس نے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر ایک حدیثی جز تصنیف فرمایا تھا۔

آپ نے وہ کتاب لکھ کر اپنی کتابوں میں رکھ دی تھی۔

بعد میں آپ نے وہ کتاب نکالی تو دیکھا کہ چوہے نے کتر دیا ہے۔

آپ نے (جلال میں) کتاب کاٹ دینے والے چوہے کے لیے بد دعا کر دی۔

فوراً چوہا چھت سے نیچے گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

تاریخ بغداد میں امام خطیبِ بغدادی نے اِس واقعے اور تصنیف کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سیاق سے ظاہر یہی ہو رہا ہے کہ چوہے کے کتر دینے سے یہ کتاب ضائع ہو گئی تھی۔ واللہ تعالی اعلم۔

سیدی ابو الفتح القواس کا وصال 23 ربیع الآخر 385ھ بروز جمعہ ہوا۔ اور امام اہل سنت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی قبر انور کے پاس تدفین ہوئی۔ رحمه الله تعالى رحمة واسعة.

۱۳۔ فَضَائِلُ مُعَاوِيَة

اس کتاب کے مصنف حافظ ابو الحسن علی بن حسن الصیقلی القزوینی (متوفی 403ھ) ہیں۔

چھٹی صدی ہجری کے ایک معروف مورخ، عبد الکریم بن محمد الرافعی القزوینی نے "التدوين في أخبار قزوين" (تاریخِ قزوین) میں آپ کے تذکرے میں آپ کی تصنیف "فضائل معاوية" کا ذکر کیا ہے۔

اِس کتاب کے بارے میں ہمیں مزید کوئی علم نہیں۔

۱۴۔ جُزْءٌ فِيْ فَضَائِلِ أَمِيْرِ الْمُؤمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ

اس کتاب کے مصنف صوفی بزرگ، ثقہ محدث، امام ابو القاسم عبید اللہ بن محمد السَّقَطِي البغدادی المکّی (متوفی 406ھ) ہیں۔

حافظ ذہبی نے "سير أعلام النبلاء" میں آپ کو "الإمام المحدث الثقة" کہا ہے۔ اور "تاريخ الإسلام" میں "وکان من الصالحین" کہہ کر آپ کے صلاح و تقوی کی گواہی دی ہے۔

آپ اللہ عزوجل سے دعا کیا کرتے تھے کہ 4 سال کے لیے خانۂ کعبہ کے پڑوس میں رہائش نصیب ہو جائے۔ اللہ عزوجل نے دعا قبول فرمائی اور 4 کی جگہ 40 سال کے لیے آپ کو مکہ معظمہ کی رہائش نصیب ہوئی۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

آپ نے ایک بار خواب دیکھا۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

اے ابو القاسم! تو نے چار مانگا ہم نے چالیس عطا کیا۔ کیوں کہ نیکی دس گُنا ہے۔

حرمِ مکی میں جب آپ کے 40 سال مکمل ہو گئے تو اُسی سال یعنی 406ھ میں آپ کی وفات ہو گئی۔

امام ابو القاسم السقطی کے علمی "فوائد" امام ابن ابی الفوارس نے 100 جز میں تحریر کیے۔

(یہ تفصیلات "تاريخ الإسلام" و "سير أعلام النبلاء" للذھبی سے ماخوذ ہیں)

امام ابو القاسم السقطی کی تصنیف "جزء في فضائل معاوية" میں کل 32 روایات ہیں۔

یہ 32 روایات ایسی ہیں جن میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت میں وارد مشہور حدیثوں میں سے شاید ایک بھی نہیں ہے۔ اکثر بلکہ تمام روایات غیر معروف ہیں جن میں سے اکثر روایات حافظ ابو القاسم السقطی کے

شیخ اسحاق بن محمد السوسی سے مروی ہیں۔ اور اسحاق کے بارے میں گزر چکا کہ وہ حافظ ذہبی وغیرہ کے نزدیک ایک ''متہم'' راوی ہے۔ اس جہت سے اسحاق السوسی کی مرویات بالکل غیر معتبر قرار پاتی ہیں۔ ویسے بھی اِس کتاب کی اکثر روایات ایسی ہیں جن کا متن خود ہی اپنے وضع اور شدید نکارت کی دلیل ہے۔

البتہ باقی چند روایات ''ضعیف'' کے درجے میں ہوں گی۔ جن کی چھان پھٹک ضروری ہے۔

آپ میں سے شاید کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ امام ابو القاسم السقطی خود ایک بلند پایہ محدث تھے تو اُن کی اِس مختصر سی کتاب میں اِتنی موضوع روایات کیسے آ گئیں؟

دراصل بہت سے محدثین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ شخصیات اور اماکن کے فضائل و مناقب سے متعلق اپنی تصنیفات یا ابواب میں موضوع سے متعلق دستیاب روایات بغیر چھان پھٹک کے جمع کر دیتے ہیں۔ اُن کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ موضوع سے متعلق روایات یکجا ہو جائیں۔ صحیح و سقیم کی تمیز اور پھر صرف صحیح یا معتبر روایات پر اکتفا کرنا اُن کا مقصد نہیں ہوتا۔

شخصیات اور اماکن کے فضائل واحوال پر لکھی گئی کئی کتابیں اس کی مثال میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

''تاریخ دمشق'' کی بیالیسویں جلد میں حضرتِ علی کرم اللہ تعالی وجہہ اور اُنسٹھویں جلد میں حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا تفصیلی تعارف پڑھیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ امام ابن عساکر جیسے ماہرِ جرح و تعدیل امام اپنی کتاب میں ایسی واہی، ردی اور موضوع روایات بغیر کسی تنبیہ اور رد کے کیسے شامل کر لیتے ہیں۔

نکتہ وہی ہے کہ اُن کا مقصود محض موضوع سے متعلق دستیاب روایات کی جمع و تدوین تھا۔

حافظ ابو القاسم السقطی کی کتاب پڑھنے کے بعد مجھے یہ محسوس ہوا کہ اُن کا مقصد صرف یہی نہیں بلکہ کچھ الگ بھی تھا۔ وہ موضوع سے متعلق تمام دستیاب روایات کی تدوین نہیں کرتے بلکہ احادیث کی صحت اور عدمِ صحت سے قطعِ نظر وہ فضائلِ امیر معاویہ کی ''صرف غیر معروف اور عجیب وغریب'' روایات کی جمع و تدوین کرتے ہیں۔

چوں کہ صحیح بخاری، جامع ترمذی، مسند امام احمد وغیرہ حدیث کی کئی مشہور و معروف کتابوں میں امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی مشہور حدیثیں مدوّن ہو چکی تھیں۔ اُن کے علاوہ مستقل حدیثی اجزا بھی لکھے جا چکے تھے اس لیے شاید آپ نے اپنے اس جُز کے لیے اِس قسم کی روایات کا انتخاب کیا ورنہ آپ جیسا ثقہ محدث فضائلِ امیرِ معاویہ کی درجنوں ضعیف، حسن، اور صحیح حدیثیں چھوڑ کر ایسی موضوع اور شدید منکَر روایات کا انتخاب ہر گز نہ کرتا۔

بلکہ فضائل امیرِ معاویہ سے متعلق ابو علی الأھوازی اور امام ابن ابی الفوارِس کی کتابیں بھی اِسی نوعیت کی ہیں۔ (جن کا تذکرہ ان شاء اللہ آگے آئے گا۔)

امام ابو القاسم السقطی ایک جلیل القدر بغدادی محدث ہیں۔ اس کے باوجود خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں آپ کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس لیے امام ابن النجار (متوفی 637ھ) نے "ذیل تاریخ بغداد" میں آپ کا تعارف لکھا ہے۔

حافظ ابو القاسم السقطی کی اس کتاب کا 17 صفحات پر مشتمل ایک قلمی نسخہ دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل و مناقب کی تین کتابوں کے ایک مجموعے میں شائع بھی ہو چکی ہے۔

سنہ 2000 میں اردن کے "موسسۃ حمادۃ للدراسات الجامعیۃ والنشر والتوزیع" نے عصام مصطفی ہزایمۃ اور یوسف احمد بنی یاسین کی تحقیق کے ساتھ فضائلِ امیرِ معاویہ کی تین کتابوں کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ امام ابو القاسم السقطی کی کتاب اس مجموعے میں دوسری کتاب ہے۔

اس مجموعے میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں:

۱۔ امام ابن ابی الدنیا کی کتاب "حلم معاوية"

۲۔ امام ابو القاسم السقطی کی "جزء في فضائل معاوية"

۳۔ ابو علی الأهوازی کی "شرح عقد أهل الإيمان"

یہ مجموعہ 160 صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ جُزْءٌ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ

یہ کتاب امام حافظ ابو الفتح ابن ابی الفوارس (338ھ-412ھ) کی ہے۔ اِس کتاب کا تذکرہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منهاج السنة" میں کیا ہے۔ "منهاج السنة" کے سوا کسی اور کتاب میں اِس کا ذکر نظر سے نہیں گزرا۔

ابن تیمیہ کے مطابق اِس کتاب میں صحیح وسقیم کی تمیز کے بغیر موضوع سے متعلق روایات جمع کر دی گئی ہیں۔ اگر کتاب کا کوئی نسخہ ہماری دسترس میں ہوتا تو اس کے مشمولات پر ہم ضرور کچھ روشنی ڈالتے۔

۱۶۔ شَرْحُ عَقْدِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ فِيْ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ

اِس کتاب کا پورا نام ہے:

"شرح عقد أهل الإيمان في معاوية بن أبي سفيان و ذكر ما ورد في الأخبار من فضائله و مناقبه رضي الله عنه"

یہ شیخ ابو علی حسن بن علی الأهوازی (362ھ-446ھ) کی تصنیف ہے۔

علومِ قراءت میں ابو علی الأھوازی کا شمار اپنے دور کے اکابر علما میں ہوتا تھا۔ علومِ قراءت میں الأھوازی کی سند اتنی عالی تھی کہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تعارف اِن لفظوں پر ختم کیا:

لو حابيت أحدا لحابيت أبا علي، لمكان علو روايتي في القرأة عنه

"اگر مَیں کسی کی بے جا طرف داری کرتا تو ضرور ابو علی (الأھوازی) کی کرتا۔ قراءت میں اُن کے ذریعے میری عالی روایت (اسناد) کی وجہ سے۔"

اِن علوم میں الأھوازی کی اپنے دور میں مرجعیت بالکل مسلّم ہے، مگر خطیب بغدادی اور امام ابن عساکر دمشقی نے کذب کی تہمت بھی لگائی ہے۔ البتہ حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ جرح (اتہامِ کذب) اکابر شیوخ سے دعوائے ملاقات پر ہے۔

اِسی تہمت کی بنیاد پر حافظ ذہبی نے "العِبر في خبر من غبر" میں الأھوازی کو "ضعیف" قرار دیا ہے۔

ہم نے امام ابن عساکر کی "تبيين كذب المفتري" اور "تاريخ دمشق" میں شدید ترین جرحیں بھی دیکھیں اور امام ابن الجزری کی "غاية النهاية" میں اعلیٰ ترین توثیقیں بھی دیکھیں۔ تمام اقوالِ جرح وتعدیل پر نظر کے بعد ہماری رائے یہ ہے کہ ابو علی الأھوازی کے بارے میں قولِ معتدل یہی ہے جو حافظ ذہبی نے "العِبر" میں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعتقادی نقطۂ نظر سے ابو علی الأھوازی کا تعلق "مُشَبِّہَہ" کے فرقۂ "سالمیہ" سے تھا۔ مشبّہہ کے سُنیوں سے اعتقادی اختلافات کی وجہ سے ابو علی الأھوازی نے سُنیوں کے امام سیدنا ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا بہترین جواب امام ابن عساکر دمشقی رَحِمہ اللہ نے "تبيين كذب

المفتري فيما نسب إلى الشيخ أبي الحسن الأشعري" میں دیا۔ بلکہ بعض اہلِ علم کی صراحت کے مطابق امام ابن عساکر نے الأھوازی کی کتاب کے رد ہی میں "تبيين كذب المفتري" تحریر کی ہے۔

امام ابن عساکر کی یہ کتاب مشہورِ آفاق ہے۔ ہر سُنی (خصوصا اشعری) عالم کو یہ کتاب ایک بار پڑھ لینی چاہیے۔

اِس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اِس سے لگائیں کہ امام محمد زاہد کوثری (1296ھ - 1371ھ) نے امام تاج الدین السبکی (728ھ - 771ھ) کا یہ قول ذکر کیا ہے:

كل سني لا يكون عنده كتاب التبيين لابن عساكر فليس من أمر نفسه على بصيرة

"ہر وہ سُنی جس کے پاس ابن عساکر کی کتاب التبیین (تبیین کذب المفتری) نہیں، وہ اپنے معاملے میں بصیرت پر نہیں"

ابو علی الأھوازی نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں 17 (یا اُس سے زیادہ) اجزا پر مشتمل ایک جامع کتاب لکھی۔ جس میں تین چیزیں تھیں:

۱۔ امیر معاویہ کی سیرت واحوال

۲۔ امیرِ معاویہ کے فضائل ومناقب

۳۔ امیرِ معاویہ کی روایت کردہ احادیث (مسندِ معاویہ)

الأھوازی نے اِس کتاب کا نام "شرح عقد أهل الإيمان في معاوية بن أبي سفيان" رکھا۔

اِس کتاب کا صرف سترہواں جُز دستیاب ہو سکا۔ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اِس کتاب کے سترہویں جُز کا واحد قلمی نسخہ موجود ہے جو مصنف کے زمانے ہی کا لکھا ہوا ہے۔ بلکہ بعض اہلِ تحقیق کی رائے یہ ہے کہ یہ مصنف کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے۔

یہ مخطوطہ 34 اَوراق یعنی 68 صفحات پر مشتمل ہے۔ درمیان میں چار متفرق صفحات سادہ ہیں۔ اور 5 صفحات ایسے ہیں جن میں صرف ایک حدیث لکھ کر باقی حصہ خالی چھوڑ دیا گیاہے۔ باقی صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

یہ نسخہ آخر سے ناقص بھی ہے۔ آخر سے کتنا حصہ ضائع ہوا ہے اِس بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ کیوں کہ یہ جُز حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ احادیث یعنی ”مسندِ معاویہ“ کا ہے۔ اور اِس میں 37 ابواب کے تحت صرف 92 حدیثیں موجود ہیں، وہ بھی ایک ہی متن کئی سندوں سے مذکور ہے اور ہر سند کو الگ شمار کیا گیاہے۔ اگر صرف متن شمار کیا جائے تو احادیث کی تعداد صرف 40 کے قریب ہے۔

اہلِ فن جانتے ہیں کہ حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد 163 یا اُس سے زیادہ ہے۔ جس میں 4 حدیثیں متفق علیہ (بخاری و مسلم میں) ہیں۔ 4 روایات میں امام بخاری منفرد ہیں اور 5 میں امام مسلم۔

"إنما أنا قاسم والله يعطي“ جیسی بخاری کی مشہور حدیث کے راوی بھی حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

ابو علی الأھوازی کے اِس جز میں عام طور سے وہی حدیثیں ہیں جو دیگر مشہور کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ البتہ کئی مقامات پر اسانید میں فرق ہے۔ الأھوازی نے دوسری سندوں سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔

یہ دستیاب جُز بھی آخر سے ناقص ہے۔ جس کی مقدار کا کچھ اندازہ ”مسند إمام أحمد“ میں موجود امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔

اِن تفصیلات سے ظاہر ہے کہ "شرح عقد أهل الإيمان" کے وہ تمام اجزا جن میں حضرتِ امیرِ معاویہ کی سیرت اور فضائل واحوال مذکور تھے وہ یاتو مفقود ہو چکے ہیں یا اگر دنیا میں کہیں موجود ہیں تو اُن کی بازیافت ابھی تک نہیں ہو سکی ہے۔

"شرح عقد أهل الإيمان" کا یہ سترہواں جُز تین کتابوں کے اُسی مجموعے میں شائع ہو چکا ہے جس کا تذکرہ ہم گزشتہ قسط میں کر چکے ہیں۔

یہاں ایک بات کا ذکر ضروری ہے کہ امام ذہبی نے "سير أعلام النبلاء" میں لکھا ہے:

جمع سيرة لمعاوية و مسندا في بضعة عشر جزءً حشاه بالأباطيل السمجة

"الأھوازی نے حضرت امیر معاویہ کی سیرت اور مسند دس سے زیادہ اجزا میں جمع کی، جسے قبیح باطل روایات سے بھر دیا"

ہم نے اِس سترہویں جُز کا جائزہ لیا تو اِس میں موضوع اور جھوٹی روایات نہیں ہیں۔ اِس کا مطلب یہ موضوعات اُن اَجزا میں تھیں جو امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اور فضائل پر مشتمل تھے۔ الأھوازی نے شاید ہر دستیاب چیز اپنی اِس کتاب میں بھر دی تھی۔ چاہے وہ شدید ترین ضعیف اور موضوع ہی کیوں نہ ہو۔

اگر یہ اجزا دستیاب ہوتے تو اِن کا جائزہ لے کر موضوع اور غیر موضوع روایات بآسانی الگ کی جا سکتی تھیں۔

مفتی غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات

(مولانا محمد ثاقب رضا قادری)

مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی نقشبندی محلہ چاہ بیبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا حسن بخش صدیقی تھا۔ بڑے بھائی مولانا محمد بخش مسجد "ملا مجید" لاہور میں ایک عرصہ تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ والدہ ماجدہ شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری (خلیفہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی) کی ہمشیرہ تھیں۔ مولانا قصوری کو مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کا شاگرد، داماد، مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ مولانا قصوری نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا اور اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔

۲۵ جنوری ۱۸۸۳ء میں ایک غیر مقلد حافظ محمد لکھوی (مولف تفسیر محمدی پنجابی) نے ایک مناظرہ میں آپ کے آباؤ اجداد اور اساتذہ کی بابت سوال کیا تو مولانا قصوری نے جواب دیا:

"میرا خاندان بزرگوار قصور بہت مشہور ہے جن سے اطراف ہند و پنجاب و ڈیرہ جات تک کے خاص و عام فیض یاب و تاثیر المرام ہیں۔ ماسوائے اس فقیر کے قبلہ و کعبہ استاد و مرشد میاں قصوری علیہ الرحمۃ (میاں غلام محی الدین قصوری) نے اپنے خاندان کے فیض سے بڑھ کر رئیس اہل علم و تمیز ختم المحدثین والمفسرین مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمۃ سے علم حدیث و تفسیر میں سند مستند حاصل کیا اور فقیر نے ان سے بہرہ یاب ہو کر کتابیں لکھیں جن کو علمائے عرب و عجم نے پسند فرمایا۔ (ابحاث فرید کوٹ:۱۵۵)

مولانا غلام محی الدین قصوری کے وصال کے بعد آپ نے اپنے ماموں زاد صاحب زادہ سید عبد الرسول علیہ الرحمۃ سے بعض کتب درسیہ پڑھیں۔ (ابحاث فرید کوٹ:۳۸)

ایک مناجات میں آپ اپنے پیر و مرشد اور اساتذہ کا ذکر یوں کرتے ہیں؛

به پیر دہلوی پیر قصوری — ہماں غواص دریائے حضوری

غلام شاہ علی آں پاک مدفن — غلام محی الدین آن قبلہ من

اخی عبد الرسول استاد احقر — فرضی اللہ علیہم تاج بر سر

(ابحاث فرید کوٹ:۳۸)

آپ انجمن حمایتِ اسلام، لاہور کے شعبۂ تصانیف کے انچارج رہے۔ ستمبر ۱۸۷۸ء میں آپ نے عیسائیوں کے ایک رسالہ "تحریف القرآن" کے جواب میں رسالہ تحریر کیا اور انجمن سے شائع کروایا، آپ نے اپنی تصانیف کی آمدن انجمن کے فنڈ میں شامل کرادی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۰۲ بحوالہ نوائے وقت ۲۶ مارچ ۱۹۶۷)

تعلیم سے فراغت کے بعد جب مولانا قصوری نے عملی میدان میں قدم رکھا تو شہرت و قبولیت نے آپ کے قدم چومے، آپ کے نام کا شہرہ ہوا، جہاں جاتے کثیر لوگ آپ کے مواعظ میں شرکت کرتے۔ علماء کی مجالس آپ کے دم قدم سے جلا پاتیں۔ اس وقت علمائے لاہور میں آپ کے معاصرین میں بڑی نادر ہستیاں تھیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا غلام محمد بگوی، مولانا ذاکر بگوی، خلیفہ حمید الدین، مولانا نور احمد، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا عبد اللہ ٹونکی۔

مولانا قصوری نے سب سے پہلے مرزا قادیانی پر فتویٔ کفر لگایا اور علمائے حرمین شریفین کی تصدیقات حاصل کر کے شائع کیا۔ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کے رد میں سب سے پہلی کتاب بھی آپ نے ہی تحریر کی۔ مرزا قادیانی نے کئی بار آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر ہر بار فرار ہو گیا۔ (تفصیل کے لئے مولانا کی کتاب "فتح رحمانی" ملاحظہ فرمائیں)

رد قادیانیت کے سلسلہ میں مولانا قصوری کی خدمات کو دیکھ کر غیر مقلدین نے مولانا قصوری پر ہاتھ صاف کرنے کی ناکام سعی کی چنانچہ غیر مقلدین میں سے مولوی مقتدیٰ حسن اور قاضی صفی الرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے ”مولانا غلام دستگیر قصوری قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے والوں کی صف اول میں تھے۔ آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا تھا۔“

(تذکرۃ المناظرین، حصہ اول، ص:۲۱۷ مطبوعہ دارالنوادر، اردو بازار لاہور۔ قادیانیت اپنے آئینے میں:۲۵۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

غیر مقلد حضرات کی دیدہ دلیری، کذب گوئی، ہٹ دھرمی اور ضد کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک ایسی شخصیت کے متعلق جھوٹ بولا جس کی ساری زندگی مسلک اہل سنت کی نشرواشاعت اور غیر مقلدین حضرات کے تحریری و تقریری رد میں گزری، جس پر ان کی تصنیفات شاہد ہیں: ابحاث فرید کوٹ، ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ، عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان، تحقیق صلوٰۃ الجمعہ، تحفہ دستگیریہ، عروۃ المقلدین، ظفر المقلدین، نصرۃ الابرار، جواب اشتہار کفریت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ یہ سب تصانیف مولانا نے غیر مقلدین کے رد میں ہی تحریر کیں۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ آپ کی دینی خدمات کے معترف تھے پنجاب کے لوگوں نے امام اہل سنت امام احمد رضا کو لاہور تشریف لانے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا:

”وہابیوں کے سر کوپ مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہوتے ہوئے مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔“

(تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور:۲۰۴)

۱۵ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ کو بریلی سے روانہ ہوتے ہوئے مولانا قصوری نے فاضل بریلوی کی کتاب ”سبحن السبوح عن عیب کذب المقبوح“ پر تقریظ رقم فرمائی۔

اہل سنت کا یہ بطل جلیل عالم نبیل ۱۳۱۵ھ -۱۸۹۷ء میں اس جہان فانی سے رُخصت ہوا اور قصور کے مشہور (شرف صاحب نے قبرستان کا نام نہیں لکھا) قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت، جلد ا، ص:۳۰۹)

تصانیف

ا۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان (۱۲۸۵ھ)

یہ کتاب وہابیوں کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی مشہور تصنیف "معیار الحق" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ پہلے فارسی میں طبع ہوئی بعد میں اس کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔ مطبع مصطفائی لاہور سے طبع ہوئی، کل صفحات (فارسی ایڈیشن) ۳۲ ہیں۔ کتاب پر مولانا غلام نبی (للہ شریف والے)، مولانا غلام نبی احمدی اور خلیفہ حمید الدین کی تقاریظ ہیں۔

۲۔ تحفہ دستگیریہ جواب اثنا عشریہ (۱۲۸۵ھ)

اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری ثم امر تسری کے احناف پر دس اعتراضات کا جواب ہے۔ استمداد باہل القبور و ارواح اولیاء پر مفصل دلائل ہیں۔ کل صفحات ۱۴۴ ہیں، مطبع مصطفائی لاہور سے طبع ہوئی۔ مولانا حافظ نورالدین چکوری، حافظ کرم الدین، مولانا عبد اللہ صدرالدین، غلام غوث صاحب اور مولانا صدرالدین کی تقاریظ بھی شامل کتاب ہیں۔

۳۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

مولانا قصوری نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب "تذکرۃ الجمعہ" کے جواب میں تحریر کی۔

۴۔ مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنبوری (۱۲۹۴ھ)

رُسوائے پنجاب پادری عماد الدین نے "نغمہ طنبوری" میں اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے تھے، مولانا نے اس کتاب میں اس کے خیالات کی پُر زور تردید کی، لدھیانہ میں مولانا نے اس پادری سے مناظرہ کر کے شکست فاش دی۔ مولانا نے اس رسالہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ "رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائدین بریلی کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہو ہیں۔" (ہدیۃ الشیعتین:۸ مطبوعہ مطبع محمد، لاہور)

۵۔ ہدیۃ الشیعتین المعروف بہ منقبت چار یار مع حسنین رضی اللہ عنہما

یہ کتاب فارسی اول فارسی زبان میں شائع ہوئی اور مولانا نے اس کا تاریخی نام "ہدیۃ الشیعتین" (۱۲۹۰ھ) رکھا بعد ازاں آپ نے اس کا اردو ترجمہ بنام "منقبت چار یار مع حسنین" (۱۲۹۵ھ) کیا۔ دونوں نام تاریخی ہیں۔ اس میں شیعہ اور خوارج کے نظریات کا مدلل رد کیا گیا ہے۔ مولانا قصوری اس رسالہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں "رسالہ (مخرج عقائد نوری) جب نواب صاحب محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر والیٔ کوٹلہ مالیر کی نظر سے گزرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلوایا چنانچہ فقیر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور ان کے حسن اخلاق سے وہاں پر چندے قیام رہا اس اثنا میں "ہدیۃ الشیعتین" کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا کہ اس کی فتوح سے یہ رسالہ چھپوا کر مفت بانٹا جائے تا کہ اجر نشر علوم حقہ ہاتھ آئے پس گوجرانوالہ وزیر آباد سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خان بنوں عیسیٰ خیل میں جانا ہوا۔ حق تعالیٰ ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی امداد سے گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہو گیا اب مسلمانوں کو بلا قیمت دی جائیں گی۔" (ہدیۃ الشیعتین:۸ مطبوعہ مطبع محمد، لاہور)

۶۔ توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ

ریاست فرید کوٹ کے راجہ نے اپنے اہتمام میں علمائے اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان بڑے مناظرے کرائے۔ ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے جید علماء شریک ہوتے تھے۔ مولانا قصوری نے ان مباحث کو یک جاجمع کر کے ترتیب دیا اور آخر میں مہاراجہ فرید کوٹ کا فیصلہ بھی درج ہے۔ یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی روئیداد ہے اور خاص کر مسئلہ تقلید میں خاصا مواد جمع کیا گیا ہے۔

۷۔ جواب اشتہار کفریت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

۱۲ جولائی ۱۲۹۵ھ کو گوجرانوالہ میں غیر مقلدین کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھنے کو کفر لکھا گیا۔ گوجرانوالہ میں سے چند لوگوں نے مولانا قصوری سے رابطہ کیا۔ مولانا بنفس نفیس تشریف لے گئے اور مشتہرین کو دعوت بھجوائی کہ تشریف لائیے اور اپنی تسلی تشفی کر لیجئے مگر وہ حضرات صریح انکاری ہوئے، مولانا خود پہنچ گئے تو مفرور ہو گئے بالآخر مولانا نے اشتہار کا جواب تحریر کیا جسے مولانا کے ایک عقیدت مند شیخ رحیم بخش نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ رسالہ کے آخر میں حافظ عبدالعلی نقشبندی صاحب کی پنجابی نظم ہے جس میں مولانا قصوری کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

۸۔ عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین

مسئلہ تقلید پر ایک نہایت اہم، دلائل وبراہین سے مزین کتاب ہے۔ ۱۳۰۰ھ میں مطبع قادری، قصور سے فضل حق قصوری کی تصحیح کے ساتھ طبع ہوئی۔ کل صفحات ۳۲ ہیں۔

۹۔ ظفر المقلدین

یہ کتاب مولانا قصوری نے "ظفر المبین" مصنفہ مولوی محی الدین لکھوی کے جواب میں تحریر کی۔

۱۰۔رجم الشیاطین براغلوطات البراہین:[۱۳۰۳ھ]

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس کو مولانا قصوری نے اپنی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ'' سے ملخص کیا اور علمائے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں۔اس کتاب پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تصدیق بھی ہے۔اسی کتاب کے ذریعہ سے علمائے حرمین شریفین کو فتنۂ قادیانیت کی اطلاع ملی۔یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب مرزا قادیانی ملعون کو بہت کھٹکتی تھی اور وہ کہتا تھا''مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنھوں نے میرے کفر کے لئے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے۔'' (حقیقۃ الوحی:۲۵۹،روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص:۲۵۹)

۱۱۔جواہر مضیہ رد نیچریہ

مولانا قصوری کو ایک شخص مسمّٰی خلیفہ محمد فضل الرحمن (امام جامع مسجد کنپ فیروزپور) کی طرف سے ۱۳۰۴ھ میں ایک خط موصول ہوا جس میں ترجمان نیچریت اخبار ''تہذیب الاخلاق'' ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کے ایک مضمون کی شرعی حیثیت دریافت کی گئی۔تہذیب الاخلاق کے متعلقہ پرچہ سے مضمون کی نقل بھی ہمراہ تھی۔اس خط کے جواب میں مولانا قصوری نے یہ کتاب تحریر فرمائی اور مطبع گلزار محمدی،لاہور سے ۱۳۰۴ھ میں طبع کروا کر مفت تقسیم کروائی۔اس کتاب کی وجہ تالیف کے متعلق مولانا قصوری خود تحریر فرماتے ہیں:

''خان صاحب بہادر سی۔ایس۔آئی(سر سید احمد خان) نے جو اخبار''تہذیب الاخلاق''میں حدیث صحیح من تشبہ بقوم فھو منھم کو مردود لکھ کر کفار کے شعار میں مشابہت ہر قسم کو روا کر دیا ہے اور تفسیر القرآن میں فرضیت روزہ رمضان المبارک وحج بیت اللہ شریف کا منکر ہو کر، فرشتوں کے وجود اور دوزخ بہشت کے موجود ہونے کا بھی انکار کر کے، نماز میں استقبال قبلہ کو مشابہ بت پرستی کے لکھ دیا، پھر دولت مندوں کے واسطے بیاج لینے دینے کی حلت کا فتوی دے کر، سارے نبیوں کے معجزات کا منکر ہو کر، حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو جھوٹ مقرر کر کے آپ کو یوسف نجار کا بیٹا بنا دیا ہے۔الغرض سب دینوں کو جھٹلا دیا ہے تو غیرت

اسلامی کے رُو سے محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری نے منقول اور معقول کی سند سے اس کارد لکھ کر علماء دین کی تصدیق سے موید کرا کر چھپوایا ہے کہ بلا قیمت سب کو دیے جائیں تا کہ بندگان خدائے عزوجل دھوکہ میں نہ آئیں راہ راست سے انحراف نہ پائیں اور جو نیچری ہیں وہ بھی اگر نظر انصاف سے اس مبارک رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں گے تو بفضلہ تعالیٰ صراط مستقیم پر آجائیں گے۔" (جواہر مضیہ ردنیچریہ: سرورق)

۱۲۔ ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ

یہ کتاب مطبع صحافی، لاہور سے ۱۲۹۹ھ میں طبع ہوئی۔ مولانا قصوری اس کتاب کی وجہ تالیف تحریر فرماتے ہیں:

"موفق حقیقی عزوجل کی توفیق سے فقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ نے یہ مبارک رسالہ اصلاح غلطیات رسالہ تبصرۃ الجمعہ فی جمیع الامکنۃ والازمنۃ اور نیز تفسیر محمدی و انواع محمد حافظ محمد لکھوی کی مخالفت اہلسنت کے جواب میں تالیف کر کے علماء اہلسنت سے جو فی زمانہ مسند افتاء وغیرہ پر متمکن ہیں تصدیق کرا کر تائید دین متین کے واسطے شائع کیا۔

۱۳۔ تحقیق تقدیس الوکیل

اس کتاب میں مولانا نے بڑی تحقیق سے تقدیس اُلوہیت کو بیان کیا اور ابن تیمیہ اور اس کے مویدین و مقلدین کی بے راہ روی کا نوٹس لیا۔ (عقیدۂ ختم نبوت، ج۱، ص:۱۳۷ ملخصاً)

۱۴۔ تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ: [۱۳۰۱ھ]

فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی میں پہلی باقاعدہ کتاب تحریر کرنے کا کریڈٹ بھی مولانا قصوری کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں علمائے ہند بالخصوص علمائے لاہور و امرتسر کی تصدیقات موجود ہیں۔ مولوی اللہ وسایا دیوبندی نے اس کو رد قادیانیت پر سب سے پہلی تحریری جدوجہد اور نقش اول قرار دیا ہے۔ (احتساب قادیانیت، ج۱۰، ص:۴۴۹)

۱۵۔ کشف الستور عن طواف القبور (۱۳۲۱ھ)

یکم صفر ۱۳۰۵ھ میں ریاست اسلامیہ بہاول پور میں ایک صاحب عبد الرحمن خیر پوری نے ایک فتوی جاری کیا جس میں طواف قبر کو جائز قرار دیا۔ بہاولپور کے عمائدین اور مولانا قصوری کے مخلص احباب نے یہ فتوی مولانا کو بھیجا اور تصدیق و تردید کے خواستگار ہوئے۔ چنانچہ ان احباب کے اصرار پر مولانا نے یہ رسالہ ترتیب دیا اور علماء سے تصدیقات حاصل کیں۔ مقامی علمائے مصدقین میں غلام محمد بُگوی (امام مسجد شاہی، لاہور) حافظ غلام مصطفی قصوری، سید غلام حسین قصوری، مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی، مولانا خیر محمد بہاولپوری، سید محمد زمان شاہ قصوری خیر پوری نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ علمائے حرمین شریفین میں سے مفتی محمد صالح حنفی مکی، مفتی محمد سعید بابصیل شافعی، مفتی محمد بن حسین مالکی اور مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی کے فتاوی دربارۂ حرمت طواف قبور بھی شامل ہیں۔ مولوی غلام رسول حنفی (ساکن عادل گڑھ) نے قطعات تاریخ طباعت تحریر کیے۔

۱۶۔ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

اس رسالہ کی وجہ تالیف کے بارے مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

”حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ایک آٹھ ورقہ اشتہار سوالات منجانب عبد الوہاب معرفت محمد دین عرف چٹو پٹولی لاہوری کے مطبوعہ دیکھنے میں آیا جن کا جواب سائل نے قسمیں دے کر تمام علماء اسلام سے طلب کیا ہے۔“

(نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار: ا مطبوعہ مطبع صحافی، لاہور)

سائل نے تقلید شخصی، فقہ حنفی، امام اعظم کی علمی استطاعت، محدث کامل کی شرائط، شریعت و طریقت، طواف قبور و سجدہ قبور و تقبیل قبور و چراغ کا حکم، مجلس میلاد شریف، کرامات غوثیہ کے متعلق ستائیس (۲۷) سوالات پر مشتمل پرچہ شائع کیا تھا۔ مولانا نے حاشیہ میں ایک ایک سوال نقل کر کے تفصیلی جواب تحریر کیا۔ رسالہ کے کل صفحات چالیس (۴۰) ہیں۔ شعبان ۱۳۰۵ھ میں مطبع صحافی لاہور سے طبع ہوا۔

۱۷۔ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل (عربی۔ اردو)

مولانا عبد السمیع رامپوری علیہ الرحمۃ کی کتاب ''انوار ساطعہ'' کے رد میں مولوی خلیل انبیٹھوی نے ''براہین قاطعہ'' تحریر کی، اس کتاب میں خلیل انبیٹھوی نے عقائد اہل سنت سے کھلا انحراف کیا اور علمائے اہل سنت پر خوب سب و شتم کی۔ مولانا قصوری کے خلیل انبیٹھوی سے دوستانہ مراسم تھے۔ مولانا قصوری کی کتاب ''ابحاث فرید کوٹ'' پر مولوی خلیل انبیٹھوی کی تصدیقی مہر بھی موجود ہے۔ ''براہین قاطعہ'' کی تحریر سے مولانا قصوری کو سخت صدمہ ہوا، بنفس نفیس بہاول پور پہنچے اور خلیل انبیٹھوی سے ملاقات کر کے اصلاح احوال کی سعی فرمائی مگر انبیٹھوی صاحب کی ہٹ دھرمی پر نہایت حیران ہوئے۔ ناچار عوام کو خلیل انبیٹھوی کے عقائد باطلہ سے مطلع کرنے کے لیے شوال ۱۳۰۶ھ میں بہاولپور میں ایک مناظرہ کا اہتمام کیا، والیٔ ریاست بہاولپور کے مرشد گرامی شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ (چاچڑاں شریف) حکم قرار پائے۔ فریقین کی طرف سے چھ چھ علماء شامل ہوئے۔ مناظرہ میں خلیل انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی اور حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے عقائد ان وہابی علماء سے ملتے ہیں جو اس برصغیر میں اعتقادی خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد مولوی خلیل انبیٹھوی کو ریاست بہاولپور سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔

مولانا قصوری ۱۳۰۷ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو اس کتاب کا عربی ترجمہ کر کے ہمراہ لے گئے اور علمائے حرمین شریفین سے اس پر تصدیقات لیں۔ شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور تحریر فرمایا: ''سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو ''رشید'' سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے......'' (تقدیس الوکیل: ۳۰۷)

بعض دیوبندی حضرات یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ علمائے حرمین اردو نہیں جانتے تھے اور انہوں نے بس مولانا قصوری کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے تصدیق کر دی جبکہ یہ بات سراسر حقائق کے منافی ہے۔ تقدیس الوکیل کے

مویدین ومصدقین میں گنگوہی صاحب کے پیر ومرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے علاوہ علامہ عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی بھی شامل ہیں۔ یہ حضرات تو اردو سے اچھی واقفیت رکھتے تھے بلکہ بقول عاشق الٰہی میرٹھی، علامہ عبد الحق الہ آبادی کے تو گنگوہی صاحب سے مراسم بھی تھے۔ (تذکرۃ الرشید، حصہ اول، ص:۹۲) شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ (بانی جامعہ نظامیہ، حیدر آباد، دکن) بھی اس کتاب کے مصدقین میں شامل ہیں۔

عرب علماء میں سے مفتی محمد صالح کمال حنفی مکی، مفتی محمد سعید شافعی مکی، مفتی محمد عابد حسین مالکی مکی، مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی اور مفتی عثمان بن عبد السلام حنفی مدنی صاحب نے مولانا قصوری کی اس کاوش کو بہت سراہا۔

۱۸۔ فتح الرحمانی بہ دفع کید کادیانی [۱۳۱۵ھ]

یہ رسالہ ۱۳۱۵ھ میں مولانا مشتاق احمد حنفی چشتی کے رسالہ "التقریر الفصیح فی تحقیق نزول المسیح" کے ہمراہ لودیانہ سے شائع ہوا۔ یہ رسالہ مولانا قصوری نے قادیانیت کی طرف سے شائع ہونے والے ایک اشتہار بنام "اشتہار صداقت آثار" از مرزا حکیم رحمت اللہ مطبوعہ لودھیانہ کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس اشتہار کے متعلق مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

"جس میں بڑے زور وشور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود ومہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر "اشتہار صداقت آثار" لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالۂ اوہام قادیانی کے از سرتاپا محض کذب و افتراء سے کارروائی کی ہے چونکہ اس اشتہار میں اولاً واصالتاً علما امرتسر ولودھیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ میں جو فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لودھیانہ میں وراد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لودیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا اس پر غیرت

دینی نے جوش دلایا کہ ان جعلسازوں اور افترا پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ ''انجام آتھم''کو پہنچانا لازم ہے تا کہ ان کی واقعی تبکیت اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللہ ھو الھادی''

(فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی:۵ مطبوعہ مطبع احمدی، لودیانہ)

اس کتاب کی ایک تاریخی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی بیشتر تصانیف میں مولانا قصوری کے متعلق جھوٹ باندھا کہ ''مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب 'فتح رحمانی' میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے۔''

(لیکچر، لاہور:۴۷، روحانی خزائن، جلد ۲۰، ص:۱۹۳)

ایک جگہ یوں لکھا:

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔'' (ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ:۹، روحانی خزائن، ج۱۷، ص:۴۵)

مرزا قادیانی نے اپنی دیگر کتب میں بھی بارہا اس کا ذکر کیا اور اس کے حواریوں نے بھی بہت پروپیگنڈہ کیا مگر آج تک مرزا اور اس کی ذرّیت اپنے اس دعوی کو ثابت نہیں کر سکی۔ 'فتح رحمانی' میں کہیں بھی ان الفاظ سے دعا نہیں ملتی ''دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے''۔ البتہ مولانا قصوری کی دعا کے یہ الفاظ ضرور موجود ہیں:

''اللھم یاذالجلال والاکرام یامالک الملک جیسا کہ تُو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف ''مجمع بحار الانوار'' کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا و التجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے

مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذین ظلموا۔ والحمد للہ رب العلمین انک علی کل شئ قدیر وبالا جابۃ جدیر۔ امین"

(فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی:۲۶ مطبوعہ مطبع لودیانہ)

۱۹۔ تحریف قرآن کا جواب

یہ کتاب عیسائیت کے رد میں تحریر فرمائی اور انجمن حمایت اسلام، لاہور نے اس کو طبع کیا۔ مولف تذکرۂ علمائے اہل سنت (محمود کانپوری) نے اس کا سن اشاعت ۱۸۷۸ء تحریر کیا ہے۔

(تذکرہ علماء اہل سنت:۲۰۶ مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ، بہار)

۲۰۔ تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام

اس کتاب کے متعلق مولانا اپنی کتاب "فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر نے رمضان المبارک میں اس (قادیانی) کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعوی نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام "تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام" میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر وباہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعوی نبوت وتوہین انبیاء کے ہر گز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں- نعوذ باللہ من الحور بعد الکور" (فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی:۳ مطبوعہ مطبع احمدی لدھیانہ)

۲۱۔ جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ

مولانا نے ہدیۃ الشیعتین، صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب بجواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ تحریر کی ہے۔ تاہم تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

۲۲۔ذکر خیر حضرت قصوری

اس کتاب کا ذکر مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب زید شرفہ نے اپنی کتاب ''تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور''صفحہ ۱۴۰میں حضرت میاں غلام محی الدین قصوری کے احوال میں کیا ہے۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب کا موضوع حضرت میاں غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری علیہ الرحمۃ کے حالات بابرکات ہے۔

۲۳۔حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازاں

۱۳۹۴ھ میں مطبع نظامی،کانپور سے طبع ہوئی۔کل صفحات ۲۸ہیں۔پنجاب یونیورسٹی کی شیخ زید اسلامک لائبریری کی فہرست میں اس کتاب کو مولانا کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔اور اس کا نمبر ۲۵۰۴ ہے۔

حق الیقین ترجمہ النور المبین[3]

(✍ مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری - آخری قسط - ہفتم)

جان لو کہ یہ وہ امور ہیں جن کا وقوع قیامت کے دن اور اس سے قبل ہو گا، احادیث میں ان کا وصف، اور ان کے احوال کی تفصیل آئی ہیں، ہم نے اس تفسیر کو اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا، اس لئے کہ ہمارا ارادہ ان امور کے وقوع کا اثبات ہے۔ (قسط ششم سے پیوستہ)

الفصل الرابع:

جنت دوزخ کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے جنت کو نعمت اور ثواب کا گھر بنایا اور جہنم کو عذاب و عقاب کا گھر بنایا، جنت میں اہل سعادت داخل ہوں گے اور وہ مؤمنین ہیں جن کیلئے مختلف قسم کی نعمتیں ہوں گی، ان کیلئے کھانا، پینا، عورتیں، خدام، لباس اور محلات ہوں گے، اس کے علاوہ بھی طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی، ان نعمتوں کو قرآن مجید نے کثیر مقامات پر بیان فرمایا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن: ٤٦) إلى آخر السورة

ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا، اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔

([3]) النور المبین فی قواعد عقائد الدین علمِ کلام و اصولِ عقائد پر مشتمل امام ابو القاسم محمد بن احمد جُزَی الکلبی الغرناطی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۱ھ) کی بہت عمدہ تالیف ہے، یہ کتاب ۲۰۱۵ میں دار الامام ابن عرفہ – تونس اور المرکز العربی للکتاب – متحدہ عرب امارات کی مشارکت سے شائع ہو چکی ہے جس کا اردو ترجمہ فاضل محترم مولانا عبد الحسیب خان اختر القادری حفظہ اللہ نے قلمبند فرمایا ہے۔ نفحاتِ حرم اِسے قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

اور ارشاد فرمایا:

وَ جَزٰىهُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّ حَرِيۡرًا (الدهر: ۲۱) إلى آخر وصف الجنة

ترجمہ: اور ان کے صبر کی جزا میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا۔

اس کے علاہ دیگر آیات بھی ہیں اور احادیث صحیحہ میں بھی جنت کا وصف ذکر کیا گیا ہے، اُن احادیث کو نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔

اور جان لیجئے کہ اہل جنت کو اللہ عزوجل کا دیدار ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے:

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳) (القيامة: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: اس دن بہت سے چہرے ترو تازہ ہونگے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

اس پر کثیر احادیثِ صحیحہ وارد ہیں جن کو نبی کریم ﷺ سے ایک جماعت نے روایت کیا، جن میں ابو ہریرہ، جریر بن عبد اللہ البجلی، صہیب، ابن عمر، ابو سعید خدری رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں، اور ائمہ محدثین نے ان احادیث کی تخریج کی۔

جان لو کہ جنت کی نعمتیں دائمی ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

اس پر کتاب اللہ سے دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا (النساء: ۵۷)

ترجمہ: اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَّ مَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِيۡنَ (الحجر: ٤٨)

ترجمہ: اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے

اور فرمایا: لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا الۡمَوۡتَ (الدخان: ٥٧) ترجمہ: اس میں موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

اور اس معنی میں کثیر اخبارِ صحیحہ وارد ہوئیں ہیں اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و رحمت سے جنت کا اہل بنادے۔ (آمین)

جہنم میں کفار اور گنہگار داخل ہوں گے، ان کو مختلف قسم کا عذاب دیا جائے گا، قرآن مجید نے کثیر مقامات پر ان کے عذاب کا ذکر فرمایا؛

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا (النباء: ٢١) إلى قوله جَزَآءً وِّفَاقًا (النباء: ٢٦)

ترجمہ: بے شک دوزخ گھات میں ہے۔۔ الی قولہ تعالیٰ۔۔ یہ ان کے موافق بدلہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا (الكهف: ٢٩)

ترجمہ: بے شک ہم نے ظالموں کیلئے ایسی دوزخ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی۔

اسی طرح اور بھی آیات میں جہنم کے عذاب کو بیان فرمایا، اور کثیر احادیث میں بھی جہنم کے وصف کو بیان فرمایا۔

کفار لازمی طور پر جہنم میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان کیلئے عذاب کبھی منقطع نہیں ہو گا، کتاب اللہ سے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے؛

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (فاطر: ٣٦)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (الجاثية: ٣٥)

ترجمہ: پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ کی رضاجوئی طلب کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرة: ٣٩)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گے۔

اس کے علاوہ اور آیات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، سنت سے اس پر کثیر احادیثِ صحیحہ دلالت کرتی ہیں اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مومنین میں سے جو لوگ گناہ گار ہیں، ان میں بعض وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا چنانچہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہونگے، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ (النساء: ٤٨)

ترجمہ: بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وہ تمام وصف یعنی رحمت، عفو اور مغفرت، جو قرآن مجید میں بیان ہوئے، ان اوصاف کا اللہ تعالیٰ اظہار فرماتے ہوئے گناہ گاروں کی بخشش فرمائے گا، اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی آئی ہیں۔

ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر مواخذہ فرمائے گا، چنانچہ وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے نکالے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

جان لو کہ مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے، اس پر کتاب اللہ سے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے؛

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ (الزلزلة: ٧)

ترجمہ: تو جس نے ذرہ کے برابر کوئی نیکی کی وہ اس کو دیکھے گا۔

پس اگر مومن ہمیشہ جہنم میں رہیں تو ان کو اپنے ایمان پر ثواب حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی اپنے کسی اچھے عمل پر ثواب ہوگا، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ (النساء: ٤٨)

ترجمہ: جو اس (شرک) سے کم گناہ ہو اس کو جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور سنت سے اس پر احادیث صحیحہ وارد ہیں جن کو نبی کریم ﷺ سے ایک جماعت نے روایت کیا، جس میں ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، جابر بن عبد اللہ، انس، حذیفہ، عمران بن حصین رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں، اور ائمہ محدثین نے ان احادیث کی تخریج کی، اور یہ اہل السنۃ کا مذہب ہے، اور جو روایت و احادیث اس کے خلاف ہیں، اہل السنۃ ان کی تاویل کرتے ہیں۔

خاتمۃ الکتاب

تمام نیکیوں کی اصل ایمان ہے، جو کہ اعمال صالحہ کے قبول ہونے کی شرط ہے، اور اللہ تعالیٰ کے جملہ فرائض میں سب سے زیادہ مؤکد اعتقاد کی تصحیح ہے، چنانچہ آپ پر اس کیلئے کوشش و جد وجہد کرنا لازم ہے۔

اب میں آپ کو نصیحت کروں گا جس کے باعث آپ کا دین قوی ہو گا اور آپ اپنے دین پر ثابت رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اور آپ ان امور سے کنارہ اختیار کریں گے جو آپ کے قلب کو بیمار اور آپ کی نظر اور عقل کو فاسد کر دیں۔ میں آپ کو جن امور کی نصیحت کروں گا وہ چار امور ہیں۔

اول: قرآن مجید کی تلاوت کریں، اس کی آیات میں تدبر کریں اور اس کے معانی کو سمجھیں، اس کی وجہ سے آپ کا قلب منور ہو گا اور شرح الصدور ہو گا؛ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (الإسراء: ۹)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن اس راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ہدایت، نور، رحمت، شفاء، تبیان، بشری اور بصائر رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کی کتاب قرآن مجید میں تم سے پچھلوں کے متعلق بھی تذکرہ ہے اور تمہارے بعد کا بھی نیز اس میں تمہارے درمیان ہونے والے معاملات کا حکم ہے اور یہ سیدھا سچا فیصلہ ہے، یہ مذاق نہیں ہے، جس نے اسے حقیر جان کر چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کے ٹکرے ٹکرے کر دے گا۔ پھر جو شخص اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہی ذکر حکیم ہے، یہی صراط مستقیم ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جسے خواہشات نفسانی ٹیڑھا نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس سے زبانیں خلط ملط ہوتی ہیں۔ علماء اس سے سیر نہیں ہوسکتے۔ یہ بار بار دہرانے اور پڑھنے سے پرانا نہیں ہوتا، اسکے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔ اسے سن کر جن کہہ اٹھے کہ "ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے"۔ (الجن) جس نے اس کے مطابق بات کی اس نے سچ کہا۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے اجر پایا، جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی جانب لوگوں کو بلایا اسے صراط مستقیم پر چلا دیا گیا۔“ (ترمذی، باب ماجاء فی فضل القرآن)

ثانی: احادیث رسول اللہ ﷺ کو پڑھیں اور آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں اور آپ ﷺ کے کلام کو سمجھیں اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کریں، چنانچہ آپ عنقریب آپ ﷺ کے افعال کے حسن اور آپ ﷺ کے اقوال کی عجیب وغریب حکمت پر مطلع ہونگے جو عقل والوں کیلئے ہدایت کا باعث ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی(۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی(۲) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی(۳) (النجم: ۱-۳)

ترجمہ: روشن ستارے کی قسم! جب وہ زمین کی طرف اترا۔ تمہارے آقا (محمد ﷺ) نے نہ (کبھی سیدھا) راستہ گم کیا اور نہ کبھی راہ (راست) کے بغیر چلے۔ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔

اور ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم میں دو اَمر چھوڑ کے جارہاہوں، جب تک ان کو پکڑے رہو گے، ہر گز گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔''

ثالث: صحابہ اور تابعین کے اخبار کی معرفت حاصل کریں اور ان کی اقتداء کریں، اور نئے پیدا ہونے والے امور کو ترک کردیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتداء کروگے، ہدایت پا جاؤگے۔''

اور نبی کریم ﷺ سے جب ناجی فرقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں نئے امور پیدا ہونگے، پس وہ گمراہی ہیں، تم میں سے جو ان امور کو پالے، اس پر میری اور میرے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔''

رابع: تقویٰ اور طاعت پر استقامت اختیار کریں، معاصی اور سیئات سے اجتناب کریں، کیونکہ اس سے آپ کے نورِ بصیرت میں زیادتی ہوگی، جس طرح معاصی اور گناہ کرنے سے دل پر پردہ آجاتا ہے ایسی ہی گناہوں سے اجتناب نور بصیرت میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (مريم: ٧٦) ترجمہ: اور اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت زیادہ کرتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (الأنفال: ٢٩)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں کفار سے ممتاز کردے گا اور تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو مٹادے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس کی ضد (یعنی گناہ کا ارتکاب کرنے والے) کے بارے میں فرمایا:

بَلْ رَّانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المطففين: ١٤)

ترجمہ: بلک ان کے (برے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیا۔

اور ارشاد فرمایا: **وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا** (الكهف: ٢٨)

ترجمہ: اور آپ اس شخص کا کہا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا۔

جن امور سے آپ کو بچنا ہیں وہ دو ہیں:

اول: غیر شرعی علومِ قدیمہ میں مشغولیت جیسے فلسفہ اور تنجیم، کیونکہ اس بات کا غالب گمان ہے کہ ان علوم میں مشغولیت سے آپ کا ایمان کمزور ہو گا، اور آپ کے قلب پر سیاہی آجائیں گی، ان علوم سے مومنین کے قلوب میں بغض آجاتا ہے، اس کے ساتھ ان علوم کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے، اور انبیا ورسل ان علوم کے ساتھ مبعوث نہیں ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ان علوم میں کوئی خیر ہوتی تو ضرور وہ اپنے رسل علیہم السلام کو ان کے ساتھ مبعوث فرماتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کتب کو (جن میں یہ علوم تھے) سمندر میں بہانے کا حکم دیا اور فرمایا: "اگر ان میں کوئی خیر ہو تو جس کی جانب ہم نے ہدایت پائی اس میں اس سے زیادہ خیر ہے۔"

ثانی: مشکل امور میں غور و فکر، شبہات اور شکوک والے امور میں اشتغال، اور مخالفین یعنی کفار و مبتدعین کے مذاہب کا ذکر کرنا، کیونکہ یہ امور قلوب میں شک کو داخل کرتے ہیں، اور یقین کو متزلزل کرتے ہیں، اسی سبب سے شارع علیہ السلام نے ان امور سے بچنے کا حکم دیا اور کثرت سوال و تفتیش سے منع فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال اور انبیا سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔" (متفق علیہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے سوال کرنے والے کو ادب سکھایا، سلف صالح اور ائمہ کرام نے ان امور میں کلام کرنے سے ہمیشہ انکار فرمایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو نکال دیا جس نے آپ سے مسئلہ استواء کے بارے میں سوال کیا، اور فرمایا: "اس کا سوال بدعت ہے، اور آپ نے اس شخص کے برے خاتمہ کا خوف فرمایا۔" امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ان مسائل میں بہت شدت فرماتے۔

اگر سوال کیا جائے کہ مخالفین پر اور ان کے اقوال کے ابطال پر رد کیلئے ان امور کی محتاجی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کی دو اقسام ہیں: کفار اور مبتدعین۔

جہاں تک **کفار** کی بات ہے تو ان کے اقوال کا قرآن نے ابطال فرمایا اور ان کے فرقوں اور ان کی گمراہی کو ظاہر فرمایا، اور یہ اللہ کی مخلوق پر حجت ہے چنانچہ وہ اپنے ساتھ اس میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہے۔

اور رہے **مبتدعین** تو مناسب ہے کہ ان کے اقول حکایت نہ کئے جائیں اور نہ ہی ان کی حجت کا ذکر کیا جائے مگر جس وقت ان کے رد کی ضرورت ہو اُس وقت ان کے رد میں مشغول ہوا جائے جس طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج کا رد فرمایا۔

یہ وہ ہے جس کے بارے میں ائمہ متکلمین ابو الحسن اشعری اور ابو بکر بن طیب رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ اپنے زمانے میں مبتدعین کے ظاہر ہونے کی وجہ سے کلام نہیں فرماتے تھے۔

ہمارے زمانے میں چونکہ مبتدعین نہیں ہیں اس لئے ان کے مذاہب کی طرف التفات کرنا مناسب نہیں، نہ ہی قلب میں ان کی تالیفات کو پڑھنے کا خیال لانا چاہئے اور نہ ہی ان کو سننا چاہئے کیونکہ اس میں ضرر ہے اور کوئی نفع نہیں ہے، اور جو اس میں فائدہ ان سے دریافت کرنے کی وجہ سے تھا، ان کے مفقود ہونے کی وجہ سے وہ فائدہ نہیں رہا، لہذا اب جو ان علوم کے مطالعہ میں مشغول ہو گا اس کو نہی کے ارتکاب کرنے، اور سلف کی مخالفت کرنے کی وجہ سے سوائے ضرر کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

اگر سوال کیا جائے کہ قلب پر خطرات تو آتے ہیں، اور شیطان وسوسے بھی ڈالتا ہے، اور اس پر مشکلات بھی ہوتی ہیں تو کیا کیا جائے جس سے وسوسہ نہیں آئیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بیماری ہے اور اس کی دوا کتاب وسنت میں ہے اور وہ چار چیزیں ہیں:

اول: شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا یعنی استعاذہ پڑھنا، اور اس وسوسے کو بے کار جاننا۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (الأعراف: ۲۰۰)

ترجمہ: اور (اے مخاطب) اگر شیطان تمہیں کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بے شک وہ بہت سننے والا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایات: ”جو کوئی ایسی شے اپنے دل میں پائے تو چاہئے کہ یہ کہے: آمَنْتُ باللّٰه“

اور ایک روایت میں ہے کہ ”اسے چاہئے کہ وہ اللہ سے پناہ طلب کرے۔“

ثانی: اللہ کا ذکر کرے۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸)

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے ساتھ مطمئن ہیں، سن لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کا اطمینان ہیں۔

ثالث: دلائل وبراہین میں غور وفکر کرے۔

ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ (الأعراف: ۲۰۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبر دار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

رابع: کسی سنی عالم سے سوال کرے۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: ٤٣)

ترجمہ: علم والوں سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے۔

اللہ کے فضل سے وہ مکمل ہو گیا جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا، سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی، اور ہم ہر گز ہدایت نہیں پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہیں دیتا، اور ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں جو عظمت والا ہے اور عرش عظیم کا رب ہے کہ ہمارے لئے اس کتاب پر اس شخص کا اجر لکھ دے جو حق کی جانب رجوع کرے اور جو سچ کی پیروی کرے، اور ہم اللہ سے ہمارے ایمان اور یقین میں زیادتی کا سوال کرتے ہیں، اور اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے قلب میں اپنی معرفت کے نور داخل فرمادے۔(آمین)

ہم اپنی کتاب اُن پر درود کے ساتھ ختم کرتے ہیں جنہوں نے ہمیں اللہ کی پہچان عطا فرمائی اور اللہ کی عبادت کی جانب ہدایت فرمائی اور وہ ہمارے سردار و مولا محمد ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کی ملت پر وفات دے اور اپنے فضل و رحمت سے ان کی سنتوں پر عمل کرنے والا بنائے۔(آمین)

مترجم

اللہ کے فضل و کرم سے آج مؤرخہ یکم جنوری 2018، بروز پیر، 13 ربیع الثانی 1439 ہجری کو اس کتاب کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اس کتاب کا ترجمہ بدھ 01 نومبر 2017، 11 صفر 1439ھ کو کرنا شروع کیا تھا، یوں الحمدللہ تقریبا دو ماہ کے عرصہ میں اس کتاب کا ترجمہ مکمل ہوا۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

شبِ معراج سے متعلق دو روایات اور علمائے اسلام کی رہنمائی

(کلکھے مولانا خلیل احمد فیضانی)

پہلی روایت

یہ روایت زبانِ زد عام ہے کہ شب معراج کو جب آقا علیہ الصلوہ والسلام عرش اعظم پر پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے نعلین پاک اتارنے چاہے کہ آواز آئی: اے حبیب! نعلین کے ساتھ تشریف لائیں تاکہ عرش کو زینت وعزت حاصل ہو سکے۔

یہ روایت گو کہ صوفیائے کرام کے نزدیک ثابت ہے لیکن محققین کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اس روایت کے متعلق علامہ مفتی محمد اسماعیل نورانی فرماتے ہیں:

"بعض صوفیائے کرام کے نزدیک یہ روایت ثابت اور درست ہے، چناں چہ قرآن کریم کی آیت کریمہ "اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" کے تحت تفسیر کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے روح البیان جلدے میں باضابطہ اس روایت کو تحریر فرمایا ہے لیکن علمائے محققین اور محدثین نے اس روایت کو بالکل بے اصل اور باطل قرار دیا ہے۔ چناں چہ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قزوینی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے اور اللہ تبارک وتعالی کے اس فرمان "اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آپ نے ان (نعلین) کے ذریعے عرش کو شرف بخشا ہے" کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جہاں تک حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے کا تعلق ہے تو یہ غلط اور غیر ثابت ہے۔ بعض محدثین نے امام قزوینی کے اس جواب کی بارے میں لکھا کہ یہی درست ہے۔" (انوار الفتاوی، صفحہ ۱۹۰)

اعلی حضرت علیہ الرحمہ مذکورہ روایت کے تعلق سے لکھتے ہیں: "یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔"
(احکام شریعت، حصہ دوم، صفحہ ۱۶۰)

نیز آپ کے ملفوظات میں ہے کہ یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔ (الملفوظ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رضی اللہ تعالی لکھتے ہیں:

"یہ مشہور ہے کہ شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نعلین مبارک پہنے عرش پر گئے اور واعظین اس کے متعلق ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں، اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے لہذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے۔" (بہار شریعت، حصہ ۱۶، صفحہ ۶۴۵)

علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر جانا جھوٹ اور موضوع ہے جیسا کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے احکام شریعت حصہ دوم میں تحریر فرمایا ہے۔" (فتاوی شارح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۰۶)

ایک مرتبہ علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اپ نے اسے موضوع لکھا ہے حالاں کہ علامہ ارشد القادری و دیگر علما نے اسے تقریر میں بیان کیا ہے اس کے علاوہ یہ کتابوں میں موجود بھی ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ "اس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ نعلین پاک پہنے عرش پر گئے ان سے پوچھیے کہ کہاں لکھا ہے؟ واللہ تعالی اعلم۔ علامہ ارشد القادری مد ظلہ العالی نے یہ کبھی بیان نہیں کیا ہو گا۔ واللہ تعالی اعلم۔" (فتاوی شارح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۰۷)

دوسری روایت

اور ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ شب معراج کو جب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عرش اعظم پر تشریف لے جانے لگے تو غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی روح مبارک حاضر خدمت ہوئی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے کندھوں پر اپنے قدمان مبارک رکھے اور عرش اعظم پر تشریف لے گئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! میرے یہ قدم تمہاری گردن پر ہیں اور تمہارے قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہوں گے۔

یہ واقعہ مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے اس لیے ممکن ہو کہ کوئی اور روایت اس روایت سے الفاظ میں متفاوت ہو تاہم متقارب المفہوم ضرور ہو گی۔

سیدی اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ سے اس روایت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے مختلف مطالب کو اجاگر کرتے اخیر میں فرمایا:

"بالجملہ روحِ مقدس کا شب معراج کو حاضر ہونا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا حضرت غوثیت کی گردن مبارک پر قدم اکرم رکھ کر براق یا عرش پر جلوہ فرما ہونا اور سرکار ابد قرار سے فرزند ارجمند کو اس خدمت کے صلہ میں یہ انعام عطا ہونا (کہ تمہارا قدم ولیوں کی گردنوں پر ہو گا) ان میں کوئی امر نہ عقلا اور شرعا مہجور اور کلمات مشائخ میں مسطور و ماثور، کتبِ حدیث میں ذکر معدوم نہ کہ عدم مذکور، نہ روایاتِ مشائخ اس طرح سند ظاہری میں محصور اور قدرت قادر وسیع و موفور اور قدر قادری کی بلندی مشہور، پھر رد و انکار کیا مقتضائے ادب و شعور؟ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۸، صفحہ ۴۱۱، ۴۱۲)

مفتی جلال الدین امجدی رضی اللہ تعالی عنہ لکھتے ہیں:

”فتاوی افریقہ میں ہے: تفریح الخاطر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم شب معراج حضور غوث رضی اللہ تعالی عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا۔ واللہ تعالی اعلم۔“

(فتاوی فیض الرسول، جلد ا، صفحہ ۱۵۳)

شارح بخاری علیہ الرحمہ سے ایک سوال ہوا کہ شبِ معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے پائے اقدس حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنے کندھے کا سہارا دیا جب کہ وہ موجود نہیں تھے تو آپ نے جوابا ارشاد فرمایا:

”یہاں مراد روح مبارک ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔“ (فتاوی شارح بخاری، جلد ا، صفحہ ۳۱۲)

آپ نے روایت کا مطلقاً انکار نہ فرمایا بلکہ اس کو روح پر محمول فرمایا اور حقیقت بھی یہی ہے۔

علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رضی اللہ تعالی لکھتے ہیں:

”تفریح الخاطر وغیرہ میں اس وسن کی روایتوں کب ذکر ہے اور عقل شرعی میں اس کا استبعاد بھی نہیں کہ حضور غوث پاک کی روح مبارک اس وقت آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کوئی خدمت بجا لائی۔ اس روایت کی سند ہمارے سامنے نہیں کہ اس کی کوئی تنقید کریں۔ واللہ تعالی اعلم۔“

(فتاوی بحر العلوم، جلد ۶، صفحہ ۱۷۸)